ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 09

اپریل 2025ء - شوال المکرم 1446ھ

www.idaraghufran.org

جلد 22 شمارہ 09

اپریل 2025ء - شوال المکرّم 1446ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
مولانا محمد ریحان

فی شمارہ........ 50 روپے

سالانہ........ 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..............دہشت گردی اور فساد فی الارض...........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 61)..................آسمانوں وزمین کی پیدائش

میں نشانیاں، اور سائنس..............................// // 8

درسِ حدیث.............شوّال کے چھ روزوں کے فضائل.............// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات....................................مفتی محمد رضوان 22

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (اٹھائیسواں حصہ)...........................مفتی غلام بلال 26

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط 6)...........................مولانا محمد ریحان 29

پیارے بچو!.......................عید کا تحفہ......................// // 31

بزمِ خواتین .....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 7)....مفتی طلحہ مدثر 33

آپ کے دینی مسائل کا حل................''چشتی واشرف علی رسول''

کی تحقیق (پانچویں وآخری قسط)....................................ادارہ 37

کیا آپ جانتے ہیں؟...''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام (قسط 2)......مفتی محمد رضوان 42

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (آخری حصہ: 12).....مولانا طارق محمود 53

طب وصحت ....زبان کی اہمیت اور اس کے ذریعہ

امراض کی تشخیص..................................حکیم مفتی محمد ناصر 55

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// // 57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

دہشت گردی اور فساد فی الارض

یوں تو وطنِ عزیز میں مختلف شکلوں میں دہشت گردی کی داستان بہت طویل ہے، لیکن گذشتہ کچھ عرصہ سے ایک نئے انداز میں دہشت گردی کا سلسلہ زور پکڑ گیا ہے، اسی دوران کوئٹہ سے روانہ ہونے والی جعفر ایکسپریس کے ساتھ دہشت گردی اور اغواء کاری کا انتہائی اندوہناک اور دردناک واقعہ وجود میں آیا، جس میں کئی افراد کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

ہمارے یہاں ایک عرصہ سے کم علم اور نام نہاد مسلمان اس طرح کی دہشت گردی کے واقعات میں ملوث پائے گئے ہیں، جو اس عمل کو عبادت وجہاد وغیرہ تصور کر کے اہتمام سے انجام دیتے ہیں۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ دہشت گردی کے مرتکب ہو کر اللہ کی زمین، اور بالخصوص مسلم معاشرہ میں فساد برپا کرتے ہیں، اور اوپر سے اپنے اس عمل کو صلاح وفلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ ھود، سورہ شعراء اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٦٠، و الاعراف، رقم الآية ٧٤، و هود، رقم الآية ٨٥، و الشعراء، رقم الآية ١٨٣، والعنكبوت، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور مت پھرو تم زمین میں فساد کرنے والے ہو کر (سورہ بقرہ، عراف، ھود، شعراء عنکبوت)

اور قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (سورة الاعراف، رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: اور نہ فساد پھیلاؤ تم زمین میں، اس (زمین) کی اصلاح کے بعد (سورہ اعراف)

اور سورہ اعراف میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ٨٥)

ترجمہ: اور نہ فساد پھیلاؤ تم زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، یہی بہتر ہے تمہارے لیے، اگر ہو تم ایمان والے (سورہ اعراف)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کے ذریعہ سے زمین کی اصلاح ہوگئی، تو اس کے بعد زمین میں دہشت گردی اور فساد پیدا کرنا، مومن کی شان نہیں۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد کے متلاشی شخص کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٧٧)

ترجمہ: اور نہ تلاش کر تو زمین میں فساد کو، بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنے والوں کو (سورہ قصص)

معلوم ہوا کہ زمین میں دہشت گردی اور فساد پیدا کرنے والا شخص، اللہ کو پسند نہیں۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے زمین میں سرکشی اور فساد برپا کرنے والوں کے لیے آخرت سے محرومی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٨٣)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر کریں گے ہم اُن لوگوں کے لیے، جو نہیں چاہتے کوئی بڑائی زمین میں، اور نہ کوئی فساد، اور انجام متقیوں کے لیے ہے (سورہ قصص)

اور زمین میں دہشت گردی اور فساد کرنے والے، جو اپنے فعل کو صلاح وفلاح کا باعث سمجھتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ. اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَا يَشْعُرُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١١)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان (منافقوں وفسادیوں) سے کہ فساد مت کرو تم، زمین

میں،تو کہتے ہیں وہ کہ بس ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں،یادرکھو! بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں،اور لیکن وہ شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ زمین میں دہشت گردی اور فساد برپا کرنے والے، جو اپنے فعل کو باعثِ خیر وصلاح سمجھتے ہیں، یہ سراسر جہالت اور دھوکہ ہے۔

اور سخت جھگڑالو اور زمین میں فساد کی سعی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ.وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ(سورة البقرة،رقم الآية ۲۰۴ و ۲۰۵)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ خوش کردیتا ہے تجھ کو اس کا قول دنیا کی زندگی میں،اور گواہ بناتا ہے وہ اللہ کو اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے،حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے،اور جب پیٹھ پھرا کر جاتا ہے وہ،تو کوشش کرتا ہے زمین میں کہ فساد مچائے وہ اس (زمین) میں،اور ہلاک کرے وہ کھیتی کو اور نسل کو،اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد کو (سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ جو لوگ سخت جھگڑالو اور زمین میں فساد و دہشت گردی، اور کھیتی و نسل کو تباہ کرنے والے خوش کن باتیں کرتے ہیں،اور وہ اپنے فعل پر دین کا لیبل بھی لگاتے ہیں،تو ان کی خوش کن اور دین کے رنگ کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد کرنے والوں کی اطاعت نہ کرنے کا اس طرح حکم فرمایا کہ:

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ .الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ

(سورة الشعراء،رقم الآية ۱۵۱ و ۱۵۲)

ترجمہ: اور نہ اطاعت کرو تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی، جو فساد کرتے ہیں زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے وہ (سورہ شعراء)

معلوم ہوا کہ زمین میں فساد کی سازش کرنے والوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے،اور ان کے فساد کو اصلاح کا باعث نہیں سمجھنا چاہیے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ایک مقام پر زمین میں فساد کرنے والوں کے خسارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَ یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ، اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ(سورۃ البقرۃ،رقم الآیۃ ۲۷)

ترجمہ: اور قطع کردیتے ہیں وہ،ان چیزوں کو کہ حکم دیا اللہ نے،ان کے جوڑنے کا،اور فساد کرتے ہیں وہ زمین میں،یہی لوگ ہیں خسارہ اٹھانے والے(سورہ بقرہ)

جن لوگوں سے حسنِ سلوک اور جوڑ رکھنے کا حکم ہے،ان سے مسلمان مراد ہیں،جن سے دہشت گرد اور فسادی توڑ پیدا کرتے ہیں،اور ان کو تکالیف پہنچاتے ہیں،ایسے لوگ دنیا وآخرت میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے،بلکہ ناکام ہوں گے،جس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے دہشت گردوں اور زمین میں فساد کرنے والوں پر لعنت،اور آخرت کے برے ٹھکانہ کا اس طرح ذکر فرمایا کہ:

وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ(سورۃ الرعد،رقم الآیۃ ۲۵)

ترجمہ: اور قطع کردیتے ہیں وہ،ان چیزوں کو کہ حکم دیا اللہ نے،ان کے جوڑنے کا،اور فساد کرتے ہیں وہ زمین میں،یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے لعنت ہے،اور ان کے لئے برا گھر ہے(سورہ رعد)

اور اللہ تعالیٰ نے دہشت گردوں،اور لوگوں پر ظلم کرنے اور زمین میں ناحق سرکشی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ . اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۃ الشوریٰ،رقم الآیۃ ۴۲)

ترجمہ:بس راستہ(الزام)تو(ان لوگوں)پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور بغاوت کرتے ہیں زمین میں ناحق،یہی لوگ ہیں،ان کے لیے عذابِ الیم ہے(سورہ شوریٰ)

معلوم ہوا کہ دہشت گردوں اور فسادیوں کا گروہ، دراصل باغی ہوتا ہے، جو حکومتِ وقت کے خلاف، خروج کر کے فساد برپا کرتا ہے، جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خوارج نے کیا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی سزا کا اس طرح ذکر فرمایا کہ:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ، إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة المائدة، رقم الآيات ٣٣ و ٣٤)

ترجمہ: بس جزاء ان لوگوں کی جو مقابلہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور سعی کرتے ہیں وہ زمین میں فساد کی، یہ ہے کہ قتل کیا جائے ان کو، یا سولی پر لٹکا دیا جائے ان کو، یا کاٹ دیا جائے، ان کے ہاتھوں کو، اور پاؤں کو مخالف (سمت) سے، یا جلا وطن کر دیا جائے ان کو، یہ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں عذابِ عظیم ہے، مگر وہ لوگ کہ توبہ کر لی انہوں نے اپنے اوپر تمہارے قابو پانے سے پہلے، تو جان لو کہ اللہ غفور رحیم ہے (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی دنیا میں سزاء بھی انتہائی موذی اور ذلت آمیز ہے، اور ان کے لئے آخرت میں عظیم عذاب الگ ہے، البتہ جو لوگ فساد کرتے ہوئے پکڑے نہ جائیں، اور وہ فساد سے توبہ کر لیں، تو ان کی توبہ قبول ہے، لیکن فساد کرتے ہوئے پکڑے جانے پر چھوٹ نہیں، بلکہ ان کو دردناک و ذلت آمیز طریقہ پر قتل کرنے کا حکم ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات میں زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے لئے کھلا سبق ہے۔

لیکن افسوس کہ نفس و شیطان اور دشمنانِ اسلام کے بہکاوے و پھسلاوے میں آ کر بعض مسلمان، دہشت گردی اور فساد برپا کر کے، ان سب آیات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کرتے ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 61، آیت نمبر 190 تا 194) مفتی محمد رضوان

آسمانوں وزمین کی پیدائش میں نشانیاں، اور سائنس

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (۱۹۰) الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱) رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۱۹۲) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۱۹۳) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (۱۹۴) (سورة آل عمران)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں یقیناً نشانیاں ہیں، عقل والوں کے لیے (۱۹۰) وہ لوگ جو ذکر کرتے ہیں اللہ کا کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر اور تفکر کرتے ہیں وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور کہتے ہیں وہ کہ) اے ہمارے رب! نہیں پیدا کیا تو نے یہ (سب کچھ) بے کار، پاک ہے تو (ہر عیب سے) پس بچایئے ہمیں آگ کے عذاب سے (۱۹۱) اے ہمارے رب! بے شک تو جس کو داخل کردے تو آگ میں، تو یقیناً رسوا کردیا تو نے اس کو، اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی نصرت کرنے والا (۱۹۲) اے ہمارے رب! بے شک ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو، جو پکار رہا تھا ایمان کے لئے کہ ایمان لاؤ تم اپنے رب پر، پس ایمان لے آئے ہم، اے ہمارے رب! پس مغفرت کردیجیے ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی اور مٹا دیجیے ہم سے ہماری برائیوں کو، اور وفات دیجئے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ (۱۹۳) اے ہمارے رب! اور عطاء کردیجیے ہمیں وہ چیزیں، جن کا

وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسول پر اور رسوا نہ کیجیے ہمیں قیامت کے دن، بے شک تو نہیں مخالفت کرتا میعاد کی (۱۹۴) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر و تشریح

مذکورہ آیات میں اللہ کی وحدت وقدرت کی نشانیوں کا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اہلِ عقل کے لئے، اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفت کے دلائل موجود ہیں، اور اہلِ عقل وہ ہیں، جو اللہ کو ہر حال میں یاد رکھتے ہیں، کھڑے ہو کر بھی، بیٹھے ہوئے بھی، لیٹے ہوئے بھی، اور آسمان وزمین کی پیدائش اور رات ودن کے الٹنے پلٹنے میں غور وفکر کر کے وہ اللہ کے بارے میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اس ساری عظیم مخلوق کو، بے کار اور فضول میں پیدا نہیں کیا، اور کسی چیز کو بے کار اور فضول میں پیدا کرنا، عیب کی بات ہے، اور تیری ذات ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، پس اے ہمارے رب ہمیں آگ، یعنی جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے، کیونکہ جس شخص کو تو آگ وجہنم میں داخل کر دے گا، تو یقیناً اس کو تو نے رسوا کر دیا، کیونکہ جہنم کے عذاب سے بڑی رسوائی کی جگہ کوئی نہیں، اور ظالموں کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی نصرت کار و مددگار کھڑا نہیں ہو سکتا۔

اور اے ہمارے رب! تیری مخلوق میں غور وفکر کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایمان اور دعوت کو بھی سن لیا، جس نے ہمیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دی، تو ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے۔

پس اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما دیجیے اور ہماری برائیوں کو مٹا دیجیے، اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت ووفات دیجیے، اور اے ہمارے رب تو نے اپنے رسول کے ذریعہ ایمان لانے پر جس اجر وانعام کا وعدہ کیا ہے، وہ ہمیں عطاء فرمائیے اور اس کا ہمیں مستحق بنائیے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ فرمائیے، بے شک تو اپنے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت نہیں کیا کرتا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بِتُّ فِیْ بَیْتِ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا لِأَنْظُرَ

كَيُفَ صَلاةُ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيُلِ فَتَحَدَّثَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهُلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيُلِ الْآخِرُ أَوُ بَعُضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ :

" إِنَّ فِيُ خَلُقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرُضِ إِلٰى قَوُلِهِ لِأُولِى الْأَلُبَابِ "

ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسُتَنَّ ثُمَّ صَلّٰى إِحُدٰى عَشُرَةَ رَكُعَةً ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلّٰى رَكُعَتَيُنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ الصُّبُحَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٧٤٥٢،كتاب التوحيد،باب ما جاء فى تخليق السموات والأرض وغيرها من الخلائق)

ترجمہ: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات گزاری، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس رات میں) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کو دیکھوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر گفتگو فرمائی، پھر لیٹ گئے، پھر جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوا، یا تہائی کا بعض حصہ ہوا، تو آپ بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف نظر کر کے یہ آیت پڑھی کہ:

"إِنَّ فِيُ خَلُقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرُضِ وَاخُتِلَافِ اللَّيُلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِى الْأَلُبَابِ "

پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی، پھر گیارہ رکعتیں پڑھیں (یعنی تہجد اور وتر) پھر حضرت بلال نے فجر کی نماز کی اذان دی، تو آپ نے (فجر کی) دو رکعتیں (سنت کی) پڑھیں، پھر آپ گھر سے باہر نکلے، اور (مسجد میں جا کر) لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا كَانَ لَيُلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي قَالَ "يَا عَائِشَةُ ذَرِينِي أَتَعَبَّدُ اللَّيُلَةَ لِرَبِّي "قُلُتُ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ قُرُبَكَ وَأُحِبُّ مَا سَرَّكَ قَالَتُ فَقَامَ فَتَطَهَّرَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَتُ فَلَمُ يَزَلُ يَبُكِي حَتَّى بَلَّ حِجُرَهُ قَالَتُ ثُمَّ بَكَى فَلَمُ يَزَلُ يَبُكِي حَتَّى بَلَّ لِحُيَتَهُ قَالَتُ ثُمَّ بَكَى فَلَمُ يَزَلُ يَبُكِي حَتَّى بَلَّ الْأَرُضَ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤُذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَلَمَّا رَآهُ يَبُكِي قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ تَبُكِي وَقَدُ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ "أَفَلَا أَكُونُ عَبُدًا شَكُورًا لَقَدُ نَزَلَتُ عَلَيَّ اللَّيُلَةَ آيَةٌ وَيُلٌ لِمَنُ قَرَأَهَا وَلَمُ يَتَفَكَّرُ فِيهَا :(إِنَّ فِي خَلُقِ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرُضِ)الآية كلها (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٦٢٠) [1]

ترجمہ: جب میری (باری کی) راتوں میں سے ایک رات تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے چھوڑ دیجیے، تا کہ میں رات میں اپنے رب کی عبادت کروں، میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں آپ کی قربت کو بھی پسند کرتی ہوں، اور اس چیز کو بھی پسند کرتی ہوں، جس سے آپ کو خوشی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر پاکی حاصل کی، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے رخسار تر ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے، یہاں تک کہ زمین تر ہو گئی، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نمازِ فجر کی اطلاع دی، پھر جب حضرت بلال نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں رو رہے ہیں، حالانکہ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں، بے شک میرے اوپر رات کو ایک آیت نازل ہوئی ہے، اس شخص کے لئے ویل وہلاکت ہے، جو اس آیت کی قرائت کرے، اور اس میں تفکر نہ کرے، وہ سورہ آلِ عمران کی یہ آیت ہے کہ:

إِنَّ فِی خَلُقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرُض

آخر آیت تک (ابنِ حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلُتُ وَأَنَا فِی سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ :وَاللَّهِ لَأَرُقُبَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةٍ حَتَّى أَرَى فِعُلَهُ، فَلَمَّا صَلَّى صَلَاةَ الُعِشَاءِ وَهِيَ الُعَتَمَةُ، اضُطَجَعَ هَوِيًّا مِنَ اللَّيُلِ، ثُمَّ اسُتَيُقَظَ فَنَظَرَ

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشيه صحيح ابنِ حبان)

فِی الْأُفُقِ، فَقَالَ ”رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا“ حَتَّى بَلَغَ ”إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ“ ثُمَّ أَهْوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فِرَاشِهِ، فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا، ثُمَّ أَفْرَغَ فِي قَدَحٍ مِنْ إِدَاوَةٍ عِنْدَهُ مَاءً فَاسْتَنَّ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى حَتَّى قُلْتُ :قَدْ صَلَّى قَدْرَ مَا نَامَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى قُلْتُ :قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا صَلَّى، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ أَوَّلَ مَرَّةٍ، وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ، فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ (السنن للنسائی، رقم الحدیث ١٦٢٦)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم، میں (رات کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا انتظار کروں گا، تاکہ میں آپ کی نماز کے طریقہ کو دیکھ لوں، پھر جب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو نمازِ عشاء پڑھ لی، تو رات کو تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے، پھر آپ بیدار ہوے، تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت تلاوت کی کہ:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

یہاں تک کہ:

إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَاد

تک پہنچے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر کی طرف جھکے، پھر وہاں سے مسواک کو لیا، پھر اپنے پاس برتن میں سے ایک پیالہ میں پانی نکال کر اپنے ہاتھوں پر ڈالا، پھر مسواک کی، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی، میں نے کہا کہ آپ نے اتنی دیر نماز پڑھی، جتنی دیر تک آپ سوئے، پھر آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ میں نے کہا کہ آپ اتنی دیر سوئے، جتنی دیر تک نماز پڑھی تھی، پھر آپ بیدار ہوے، اور پہلی مرتبہ کی طرح کا عمل کیا، اور (سورہ آلِ عمران کی) وہی آیت تلاوت کی، جو پہلے تلاوت کی تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے یہ عمل تین مرتبہ کیا (سنن نسائی)

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَفَكَّرُوا فِي اللّٰهِ، وَتَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللّٰهِ (حلية الأولياء، لابی نعيم الاصبهانی، ج ٦، ص ٦٦، تحت الترجمة: شهر بن حوشب) [1]

ترجمہ: تم اللہ کی ذات میں غور وفکر مت کرو، بلکہ اللہ کی مخلوق میں غور وفکر کرو (ابونعیم)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں جو کھڑے ہوکر، اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اللہ کا ذکر کرنے والوں کا بیان کیا گیا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکے، تو بیٹھ کر پڑھے، اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو، تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ [2]

بہر حال آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات و دن کے الٹنے پلٹنے، یعنی فلکیاتی چیزوں میں اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفات کی عظیم نشانیاں اور دلائل موجود ہیں، جو بندوں کے ایمان کو مضبوط کرتی ہیں، اور اللہ کی بے پناہ قدرت کا پتہ دیتی ہیں، اور انسانوں کو اللہ کی یاد دلاتی ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقل والے کہلانے کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اور ہر حالت میں اس کو یاد کریں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے، اسی طرح فکر بھی ایک عبادت ہے، فرق اتنا ہے کہ ذکر، تو اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کا مطلوب ہے اور تفکر وتدبر اس کی مخلوقات میں مقصود ہے، کیونکہ اللہ کی ذات وصفات کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے، اس میں غور وفکر اور تدبر وتفکر حیرانی وپریشانی کا سبب ہے، بلکہ بعض اوقات حق جل شانہ کی ذات وصفات میں زیادہ غور وفکر انسان کی ناقص عقل کے لئے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے، جس طرح سورج کی روشنی میں تو ہر چیز کو دیکھا جاسکتا ہے، مگر خود سورج کو دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔

---

[1] قال الالبانی: قلت: وهذا إسناد حسن فی الشواهد، وعبد الجليل وشهر وهو ابن حوشب صدوقان سيئا الحفظ. وسائر الرجال ثقات. وفی الباب عن أبی ذر وابن عباس (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٧٨٨)

[2] عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ طَهْمَانَ، وَتَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ) (آل عمران:) فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْمُكْتِبُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ كَانَ بِهِ الْبَوَاسِيرُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى جَنْبٍ (المستدرک للحاکم، رقم الحديث ٣١٧٢)

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

وقال الذهبی فی التلخيص: علی شرط البخاری ومسلم

www.idaraghufran.org

غور وفکراور عقل کی دوڑ دھوپ کا میدان، دراصل اللہ کی مخلوقات ہیں، جن میں صحیح غور وفکر کا لازمی نتیجہ ان کے حقیقی خالق کی معرفت ہے، اتنا عظیم الشان وسیع وعریض آسمان اوراس میں آفتاب ومہتاب اوردوسرے ستارے جن میں کچھ ثابت، کچھ متحرک ہیں، جو دیکھنے والوں کونظر آتے ہیں، کوئی تیز اور بہت آہستہ حرکت کرتا ہے، اورانہی ستاروں میں کچھ سیارات ایسے ہیں، جونظامِ شمسی کے ساتھ نہایت محکم ومضبوط قانون کے تحت مقرراور متعین نظرآتے ہیں، نہ ایک سیکنڈ ادھر ہوتے ہیں، نہ ان کی مشینری کا کوئی پرزہ گھستا ہے، نہ ٹوٹتا ہے، نہ کبھی ان کوکسی ورکشاپ میں بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اس کی مشینری کبھی رنگ وروغن چاہتی ہے، ہزاروں سال سے ان کے مسلسل دورے اسی محکم نظام اورمعین اوقات کے ساتھ چل رہے ہیں، اسی طرح زمین کا پورا کرہ، اس کے دریا اور پہاڑ، اوردونوں میں طرح طرح کی مخلوقات، درخت اور جانوراور زمین کی تہہ میں چھپی ہوئی معدنیات، اورزمین آسمان کے درمیان چلنے والی ہوااوراس میں پیدا ہونے اور برسنے والی بارش اورسال کے مخصوص دن ورات کے اوقات، یہ سب کے سب سوچنے، سمجھنے والے کے لئے کسی ایسی ہستی کا پتہ دیتے ہیں، جو وحدانیت اورعلم وحکمت اورقوت وقدرت میں سب سے بالاتر ہے، اوراسی کا نام معرفت ہے، تو یہ غور وفکرمعرفتِ الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بڑی عبادت ہے۔

لیکن افسوس کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں نے اس سائنس اورفلکیات کے علوم سے غفلت اختیار کی، اوراس شعبہ پر نااہل کافر قابض ہوگئے، جس کے نتیجہ میں مقصد فوت ہوگیا، اور رفتہ رفتہ یہ شعبہ گمراہی مادیت پرستی کی نظر ہوتا چلا گیا، اوراس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ تو موجودہ سائنس وفلکیات کی ہر رطب ویابس اورصحیح وغلط بات پر ایمان لانے کی جدوجہد میں مصروف ہوگیا، جس کی خاطر وہ قرآن وسنت میں بھی کتر بیونت اور بے جا تاویل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

اورمسلمانوں کا دوسرا گروہ وہ ہے، جو موجود سائنس وفلکیات کا ہی منکر ہوگیا۔

جبکہ اعتدال والا راستہ ان دونوں گروہوں کے درمیان میں ہے، جس میں قرآن وسنت کے موافق باتوں کی حقانیت اوراس کے برعکس چیزوں کے باطل ہونے پر عقیدہ رکھا جاتا ہے، اوراس کے مطابق نقلی وعقلی دلائل کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعتدال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

شوّال کے چھ روزوں کے فضائل

رمضان کے روزوں اورعیدالفطر سے فراغت کے بعد شوال کے مہینہ میں روزے رکھنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے،اور خاص طور پر رمضان کے روزے رکھ کر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی عظیم الشان فضیلت بیان کی گئی ہے،جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّامِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۶۴ "۲۰۴"،کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة أیام من شوال إتباعا لرمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے،تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا،تو) ایسا ہوگا، جیسا کہ اس نے ساری عمر روزے رکھے (صحیح مسلم)

اورحضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَکَاَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ کُلَّھَا (مسند احمد،رقم الحدیث ۲۳۵۴۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اورشوال کے چھ روزے رکھے،تو گویا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے (مسند احمد)

اورحضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ ، قَالَ :قُلْتُ لَهُ :كُلُّ يَوْمٍ عَشْرٌ؟، قَالَ :نَعَمْ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۴ص ۱۳۴،رقم الحديث ۳۹۰۲) ؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہر ایک دن، دس (دن کے روزوں کے ثواب) کے برابر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (طبرانی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ ''سنن ترمذی'' میں فرماتے ہیں کہ:

حَدِيْثُ اَبِىْ اَيُّوْبَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدِاسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (سنن الترمذی، تحت رقم الحديث ۷۵۹، ابواب الصوم، باب ما جاء فی صيام ستة أيام من شوال)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اوراس حدیث کی وجہ سے علماء کی جماعت نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے (سنن ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال :مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، فَقَدْ صَامَ السَّنَةَ (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۳۶۳۵، كتاب الصوم، باب صوم التطوع) ؎

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے (صحیح ابنِ حبان)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِيَامُ شَهْرٍ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ،

؎ قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد،ج۳ص۱۸۴، تحت رقم الحديث ۵۱۰۳، باب فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

؎ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

وَسِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَهُنَّ بِشَهْرَيْنِ، فَذٰلِكَ تَمَامُ سَنَةٍ يَعْنِيْ: شَهْرَ رَمَضَانَ، وَسِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَهُ (سنن الدارمی،رقم الحديث ۱۷۹۶، (مسند احمد،رقم الحديث ۲۲۴۱۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے ایک مہینے کے روزے (ثواب میں) دس مہینوں کے برابر ہیں،اوران کے بعد(عیدالفطر کے بعد)چھ دنوں کے روزے، دومہینوں کے روزوں کے(ثواب کے) برابر ہیں،پس یہ پورے ایک سال کے روزوں کے برابر ہیں،یعنی ماہِ رمضان کے روزے اور اس کے بعد چھ روزے(سنن دارمی،مسنداحمد)

اورحضرت ثوبان سے سنن کبریٰ نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ بِشَهْرَيْنِ فَذٰلِكَ صِيَامُ سَنَةٍ (السنن الكبرىٰ للنسائی،رقم الحديث ۲۸۷۳،كتاب الصيام،باب صيام ستة أيام من شوال)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے دس مہینوں کے (اجروثواب کے) برابر ہیں اور شوال کے چھ دِنوں کے روزے دومہینوں کے (اجروثواب کے)برابر ہیں،پس یہ(دونوں قسم کے روزے)پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں(سننِ کبریٰ)

اورحضرت ثوبان کی ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّــهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :جَعَلَ اللّٰهُ الْحَسَنَةَ بِعَشْرٍ فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَسِتَّةُ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ تَمَامُ السَّنَةِ (السنن الكبرىٰ للنسائی،رقم الحديث ۲۸۷۴،كتاب الصيام،باب صيام ستة أيام من شوال،مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۴۱۲) [2]

ترجمہ:انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ اللہ نے نیکی کودس نیکیوں

---

[1] قال المحقق حسين سليم أسد الداراني:إسناده صحيح(حاشية سنن الدارمی)
وقال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

کے برابر کردیا ہے، پس (رمضان کا) ایک مہینہ دس مہینوں کے (اجروثواب کے) برابر ہے اور عیدُ الفطر کے بعد چھ دِن (کے روزے ملاکر) پورے سال کے برابر (اجروثواب) ہے (سنن کبریٰ، مسند احمد)

اور سنن ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٧١٥، كتاب الصيام، باب صيام ستة أيام من شوال) [1]

ترجمہ: جس نے عیدُ الفطر کے بعد چھ روزے رکھے، تو یہ (رمضان کے روزوں کے ساتھ مل کر اجروثواب میں) پورے سال کے برابر ہوجائیں گے، جو شخص ایک نیک عمل کرے گا، تو اسے اُس کے دس کے برابر اجروثواب حاصل ہوگا (سنن ابنِ ماجہ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ (مستخرج ابى عوانة، رقم الحديث ٢٧٠٢، كتاب الصيام، مسند البزار، رقم الحديث ٨٣٣٤) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں (مستخرج ابی عوانہ، مسند بزار)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٤٣٠٢) [3]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے رمضان

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال الهيثمي: رواه البزار وله طرق رجال بعضها رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج٣ص ١٨٣، تحت رقم الحديث ٥٠٩٩، باب فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

[3] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو گویا کہ اس نے (ثواب کے اعتبار سے) پورے سال کے روزے رکھے (مسند احمد)

یہی مضمون براء بن عازب، حضرت غنام، اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم کی سندوں سے مروی احادیث میں بھی آیا ہے، جن میں سے بعض سندیں ضعیف بھی ہیں، لیکن گذشتہ صحیح وحسن درجہ کی احادیث کے ہوتے ہوئے، ان کے ضعیف ہونے سے، شوال کے چھ روزوں کی فضیلت پر فرق نہیں پڑتا۔ [1]

طبرانی میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ:

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا، جیسا کہ اس کی ماں سے پیدا ہونے کے وقت تھا“ [2]

---

[1] حدثنا الحسن، ثنا عمر بن على الحافظ، ثنا إبراهيم بن محمد المشرقى، ثنا أبو همام، ثنا يحيى بن حمزة، عن إسحاق بن عبد الله، قال: حدثنى سعد بن سعيد، عن عدى بن ثابت، عن البراء بن عازب، عن النبى، صلى الله عليه وسلم أنه قال: من صام ستة أيام بعد الفطر فكأنما صام الدهر كله(المجالس العشرة الأمالى للحسن الخلال، ص ٦٤، رقم الحديث ٦٧)

حدثنا على بن أحمد أبو الحسن المقدسى، بمكة، حدثنا الحسن بن الفرج الغزى، ثنا هشام بن عمار، ثنا حاتم بن إسماعيل، ثنا إسماعيل، مولى المؤذن، قال :أخبرنى عبد الرحمن بن غنام، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " " :من صام ستا بعد يوم الفطر، فكأنما صام الدهر " "أو قال " " :السنة (معرفة الصحابة، لابى نعيم، ج ٤ ص ٢٢٧٦، رقم الحديث ٥٦٤١، باب الغين)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الكبير .وعبد الرحمن بن غنام لم أعرفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥١٠٤، باب فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

حدثنا عبيد الله بن محمد بن شبيب القرشى قال :نا أبى قال :نا بكار بن الوليد الضبى قال :نا يحيى بن سعيد المازنى، عن عمرو بن دينار، عن مجاهد، عن ابن عباس، وجابر، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من صام رمضان فأتبعه ستا من شوال، صام السنة كلها.

لم يرو هذا الحديث عن عمرو بن دينار إلا يحيى بن سعيد المازنى، تفرد به :بكار بن الوليد الضبى، وأبو العباس بن بكار (المعجم الأوسط، للطبرانى، رقم الحديث ٤٦٤٢، باب العين)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه يحيى بن سعيد المازنى، وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥١٠١، باب فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

[2] حدثنا مسعود بن محمد الرملى، ثنا عمران بن هارون، نا مسلمة بن على، ثنا أبو عبد الله الحمصى، عن نافع، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه.لم يرو هذا الحديث عن نافع إلا أبو عبد الله الحمصى، تفرد به مسلمة بن على " (المعجم الأوسط، للطبرانى، رقم الحديث ٨٦٢٢، باب الميم)

www.idaraghufran.org

لیکن اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

بہر حال گذشتہ تفصیل سے شوال کے چھ روزوں کے عظیم فضائل ثابت ہوئے۔

ثواب دینے کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہرعمل کا ثواب کم ازکم دس گنا مقرر فرمایا، جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے ،تو یہ چھتیس روزے ہوگئے ،چھتیس کودس میں ضرب دینے سے تین سوساٹھ ہوجاتے ہیں،قمری سال کے حساب سے ایک سال میں عموماً تین سوچوّن دن ہوتے ہیں،لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے سال کا ثواب شمار ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ [2]

بعض حضرات نے فرمایا کہ رمضان کے فرض روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینے میں ان چھ نفلی روزوں کو وہی نسبت اور مقام حاصل ہے، جو فرضوں کے ساتھ سنت ونفل نماز کو حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز فرض نماز کے اندر اگر کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہوگی ،تو وہ سنت ونفل نمازوں سے پوری کی جائے گی۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتُقِصَ مِنْهَا شَيْءٌ . قَالَ : انْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ يُكَمِّلُ لَهُ مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيضَةٍ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ سَائِرُ الْأَعْمَالِ تَجْرِي عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ (سنن النسائی،رقم الحديث ۴۶۶،كتاب الصلاة، باب المحاسبة على الصلاة،سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۸۶۴) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (اعمال میں) سب سے پہلے

---

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط، وفيه مسلمة بن علي الخشني، وهو ضعيف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۵۱۰۲،باب فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

[2] من صام رمضان ثم أتبعه "بهمزة قطع أي جعل عقبه في الصيام "ستا "أي ستة أيام والتذكير لتأنيث المميز، أو باعتبار لياليه "من شوال "وهو يصدق على التوالي والتفرق "كان كصيام الدهر "قال الطيبي: وذلك لأن الحسنة بعشر أمثالها، فأخرجه مخرج التشبيه للمبالغة والحث على صيام الست اهـ (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۱۶، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

[3] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح بطرقه وشواهده(حاشية سنن ابی داود)

بندہ کی نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز مکمل ہوئی تو اُس کو مکمل اجر دیا جائے گا، اور اگر اُس کی نماز میں کسی چیز کی کمی ہوئی، تو اللہ عزوجل (اپنے فرشتوں سے) فرمائے گا کہ تم اس کی تطوُّع (یعنی سنت ونفل نمازوں) کو دیکھو، تاکہ اُس کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی، اُس کو تطوُّع (یعنی سنت ونفل نماز) سے مکمل کیا جائے، پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب کیا جائے گا (کہ پہلے اُس کے فرض عمل کو دیکھا جائے گا، پھر اُس میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں اُس عمل کے نفلی درجے کے اعمال سے اُس کمی کوتاہی کو پورا کیا جائے گا) (سنن نسائی، سنن ابوداؤد)

لہٰذا جو لوگ صرف رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پورے فوائد اور برکات حاصل نہیں کرپاتے، وہ فوائد شوال کے چھ روزے رکھ کر حاصل ہوجاتے ہیں۔ ؎1

بعض علماء نے فرمایا کہ شوال کے روزوں کی اتنی عظیم فضیلت اس مہینہ کے رمضان کے بابرکت مہینہ سے متصل اور ملا ہوا ہونے کی وجہ سے ہے، نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رمضان میں روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں کھانے کی رغبت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اس میں روزہ رکھنا نفس پر زیادہ گراں گذرتا ہے، اور جس عمل میں نفس کو زیادہ مشقت ہو، اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(کذا فی: فیض القدیر للمناوی، ج ۴ ص ۲۰۵، تحت رقم الحدیث ۵۰۳۷، حرف الصاد، و ج ۶ ص ۱۶۱ تحت رقم الحدیث ،۸۷۷۷، حرف المیم)

؎1 علامہ شبیر احمد عثمانی نے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے:

وَالسِّرُّفِیْ مَشْرُوْعِیَّتِهَا اَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ فِی الصَّلٰوةِ تَكْمِلُ فَائِدَتُهَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰی اَمْزِجَةٍ لَمْ تَتَامُ فَائِدَتُهَا بِهِمْ ، وَاِنَّمَا خُصَّ فِیْ بَيَانِ فَضْلِهِ اَلتَّشَبُّهُ بِصَوْمِ الدَّهْرِ لِاَنَّ مِنَ الْقَوَاعِدِ الْمُقَرَّرَةِ اَنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَبِهٰذِهِ السِّتَّةِ يَتِمُّ الْحِسَابُ (فتح الملهم ،ج ۳ ص ۱۸۷ ،كتاب الصيام، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباعا لرمضان، الناشر: المكتبة الرشيدية، كراتشی)

ترجمہ: ان روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنج گانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں، جن کی وجہ سے ان لوگوں کو پورا فائدہ ہوجاتا ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے، ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات، کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس واسطے مخصوص کی گئی ہے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہوسکتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوئے اور چھتیس کو دس سے ضرب دیں تو تین سوساٹھ ہوجاتے ہیں، جو ایک سال کے دن ہیں) (فتح الملہم)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

خوارج اور ان کی چند علامات

(15-رجب المرجب-1446ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خوارج سے متعلق یہ ارشاد مروی ہے کہ:

يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ (مسلم رقم الحديث ١٠٦٣ ”١٤٣“ كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

ترجمہ: وہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں (یعنی مشرکوں) کو چھوڑیں گے (مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِيْنَ مَرَّةً، حَتّٰى يَخْرُجَ فِيْ عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٧٤، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب جب بھی خوارج نکلیں گے، ان کو کاٹ دیا جائے گا (اور ایسا) بیس مرتبہ سے زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ ان کی جماعت میں سے (قربِ قیامت میں) دجال کا خروج ہوگا (ابنِ ماجہ)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

حضرت ابو سعید خدری سے خوارج سے متعلق ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

يُحسِنُوْنَ الْقَوْلَ، وَيُسِيئُوْنَ الْفِعْلَ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيُقَاتِلْهُمْ، فَمَنْ قَتَلَهُمْ فَلَهُ أَفْضَلُ الْأَجْرِ، وَمَنْ قَتَلُوْهُ فَلَهُ أَفْضَلُ الشَّهَادَةِ، هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، بَرِیءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ (مستدرک حاکم،رقم الحديث ٢٦٥٩، كتاب قتال أهل البغى وهو آخر الجهاد)[1]

ترجمہ: وہ (خوارج، بظاہر) اچھی باتیں کریں گے، اور اعمال برے کریں گے، پس جو شخص ان کے زمانہ کو پائے، تو اسے چاہئے کہ ان سے قتال (یعنی جنگ) کرے، اور جو شخص ان کو قتل کرے گا، تو اس کو افضل ترین اجر حاصل ہوگا، اور جس کو یہ لوگ قتل کریں گے، تو اس کو افضل شہادت حاصل ہوگی، یہ لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے، اللہ ان سے بری ہے (حاکم)

حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيلَ، وَيُسِيئُوْنَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ

(مسنداحمد،رقم الحديث ١٣٣٣٨)[2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وعبد الملك بن أبى نضرة من أعز البصريين حديثا، ولا أعلم أنى علوت له فى حديث غير هذا .
وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده عن أنس صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

بازی ہوگی،اور(ایسے وقت)ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی،جو قرآن پڑھتی ہوگی،لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا،تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کواوران کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر وکمتر سمجھوگے(کیونکہ وہ بظاہر بڑی اچھی نماز پڑھیں گے،اورروزے رکھیں گے)وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے،جیسے تیر شکار سے آرپار ہوکر نکل جاتا ہے،اور پھر یہ لوگ(دین کی طرف)واپس نہیں لوٹیں گے،یہاں تک کہ تیر(چلنے کے بعد)اپنی کمان میں واپس آجائے(مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے)یہ لوگ(انسانوں اور جانوروں میں) بدترین مخلوق ہوں گے،اس شخص کے لئے خوشخبری ہے،جوانہیں قتل کرے اوراس شخص کے لیے بھی خوشخبری ہے کہ جسے وہ قتل کریں(یعنی ان کو قتل کرنا بھی بڑے اجروثواب کا باعث ہے،اورجس شخص کو یہ لوگ قتل کریں گے،اس کی شہادت بھی بڑے اجروثواب والی ہے)وہ کتابُ اللہ(یعنی قرآن مجید)کی طرف دعوت دیتے ہوں گے(مثلاً قرآن مجید کی جہاد وقتال،اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ، والی آیات پیش کرکے لوگوں کو اپنے ساتھ ملاکر مسلمانوں سے قتال اورفساد برپا کرنے کی دعوت دیں گے)لیکن ان کا اس(قرآن)سے کوئی تعلق نہیں ہوگا(وہ قرآن مجید کا غلط مطلب نکالیں گے)جوان سے قتال کرے گا،وہ اللہ کا بہت مقرب ہوگا(مسند احمد)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں خوارج وملحدین کے قتل کے باب میں ہی روایت کیا ہے کہ:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ :إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى المُؤْمِنِينَ (صحيح البخاری،باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

ترجمہ: اورابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان(خوارج)کومخلوق میں سب سے زیادہ شریرترین مخلوق قرار دیا کرتے تھے،اورفرماتے تھے کہ یہ(خوارج)ایسی آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں،ان کو مومنوں پر منطبق کرتے ہیں(صحیح بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام طبری نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ خوارج اپنے علاوہ دوسرے سب مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، اور وہ ایسی آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں، مومنوں پر فٹ کرتے ہیں، اور اسی بنیاد پر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ بے شمار صحابہ وتابعین کو کافر قرار دیا، اور ان کے خلاف قتال کیا، اور آج بھی خوارج جگہ جگہ نہتے مسلمانوں کو بے دردی کے ساتھ قتل کرتے ہیں، وہ نہ نمازیوں کو چھوڑتے، اور نہ ہی علماء وصلحاء کو، سب کو یکلخت خودکش حملوں کے ذریعہ، یا دوسرے فساد والے طریقوں سے قتل کرنے کو عظیم عبادت اور جہاد خیال کرتے ہیں۔

حضرت سلام بن مطیع سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَيُّوبُ يُسَمِّى أَصْحَابَ الْبِدَعِ خَوَارِجَ ,وَيَقُولُ :إِنَّ الْخَوَارِجَ اخْتَلَفُوا فِي الِاسْمِ وَاجْتَمَعُوا عَلَى السَّيْفِ (الشريعة. للآجُرِّیّ. رقم الحديث ٢٠٥٧)

ترجمہ: حضرت ایوب سختیانی، اہلِ بدعت کا نام ''خوارج'' رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ خوارج کے نام تو مختلف ہیں، لیکن وہ سب قتل کرنے پر متفق ہیں (الشریعہ للآجری)

حضرت ایوب سختیانی کا شمار جلیلُ القدر تابعین، اور سیدُ الفقہاء، وسیدُ العلماء میں ہوتا ہے، جو حافظُ الحدیث ہیں۔

اور مطلب اس روایت کا یہ ہے کہ خوارج کا شمار ''اہلِ بدعت'' میں ہوتا ہے، اور وہ دنیا میں مختلف ناموں سے معروف ہیں، سب کا ایک نام نہیں، مختلف زمانوں میں وہ مختلف ناموں اور مختلف گروہوں اور گروپوں کی شکل میں برآمد ہوں گے، لیکن سب اس بات پر متفق ہوں گے کہ وہ اپنے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف مسلح جدوجہد کریں گے، اور بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

---

[1] وَقَالَ أَبُو جَعْفَر الطَّبَرِیّ فِی کتاب تَهْذِيب الْآثَار لَهُ ثَنَا يُونُس ثَنَا ابْن وهب أَخْبرنِی عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بكيرا حَدثهُ أَنه سَأَلَ نَافِعًا كَيفَ كَانَ رَأْى ابْن عمر فِی الحرورية قَالَ يراهم شرار خلق الله انْطَلقُوا إِلَى آيَات فِی الْكفَّار فجعلوها فِی الْمُؤمنِينَ. وَهَكَذَا ذكر ابْن عبد الْبر فِی الاستذكار أَن ابْن وهب رَوَاهُ فِی جَامعه وَبَين أَن بكيرا هُوَ ابْن عبد الله بن الْأَشَج وَإِسْنَاده صَحِيح (تغليق التعليق على صحيح البخارى، لا بن حجر العسقلانى، ج۵، ص ۲۵۹، كتاب اسْتِتَابَة الْمُرْتَدين، بَاب قتل الْخَوَارِج والملحدين)

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط50) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (اٹھائیسواں حصہ)

(12)......ابن الحاجب مالکی

ابن حاجب جن کا پورا نام ''عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس ابن حاجب'' ہے، مشہور مالکی فقیہ، محدث، اصولی، نحوی، مایہ ناز ادیب، اور متقی وپرہیزگار تھے، فقہ مالکی کے ماہر ''کُرد'' عالم تھے، جنہوں نے قاہرہ میں اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی، جو کہ امامُ النحو والصرف کے طور پر جانے گئے، علمِ فقہ اور اصولِ فقہ میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا، اور ان کے نظریات خاص طور پر مالکی فقہ میں قابلِ قدر سمجھے جاتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں آپ کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

''الشیخ، الإمام، العلامة، المقرء، الأصولی، الفقیه، النحوی، جمال الأئمة والملة والدین، أبو عمرو عثمان بن عمر بن أبی بکر بن یونس الکردی، الدوینی الأصل، الإسنائی المولد، المالکی، صاحب التصانیف'' (سیر اعلام النبلاء، ج۲۳، ص ۲۶۴، الطبقة الرابعة والثلاثون)

ابن حاجب ذی الحجہ 570 یا 571 ہجری میں مصر کے شہر ''اسنا'' میں پیدا ہوئے، ان کے والد ایک کُرد سپاہی تھے، جو امیر عز الدین موسک الصلاحی (جو کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے خالہ زاد تھے) کے حاجب (محافظ) کے طور پر خدمت انجام دیتے تھے، چنانچہ آپ کے والد آپ کو قاہرہ لے آئے، جہاں آپ نے حفظ القرآن اور علمی سفر کا آغاز کیا (الدیباج المذہب، ج۲، ص۸۶، حرف العین)

علمی مقام

علامہ ابن حاجب نے کئی علوم میں مہارت حاصل کی، جن میں خاص طور پر فقہ مالکی کہ جس کو آپ نے مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا، اصولِ فقہ کہ جس میں ان کی ایک کتاب ''منهج الوصول إلى علم

الأصول ''اصولِ فقہ میں ایک اہم ماخذ سمجھی جاتی ہے،نحو ولغت کہ جس میں ان کی کتاب ''الكافية في النحو ''ایک مستند کتاب شمار ہوتی ہے، جو مدارس وجامعات میں آج بھی شامل درس ہے۔

شیوخ واساتذہ

شیخ ابن حاجب نے اپنے وقت کے جن کبار علماء وشیوخ سے علم حاصل کیا، ان میں امام ابوالقاسم شاطبی(متوفی:590ہجری، سے قرآن مجید مختلف قرائت میں پڑھا،ادب سیکھا،اور''التیسیر'' اور''متن الشاطبیہ'' کو ان سے سماعت کیا)،اسی طرح ابوفضل محمد بن یوسف الغزنوی الحنفی (متوفی: 522ھ)ابوجود غیاث بن فارس لخمی (متوفی:605ھ)ودیگر سے قرائاتِ قرآن کی تعلیم حاصل کی، اور ابو قاسم ہبۃ اللہ بوصیری (متوفی: 598) سے حدیث کی سماعت اور علم حاصل کیا، اور ابومنصور ابیاری(متوفی:618)سے فقہ میں مہارت حاصل کی،اس کے علاوہ دیگر کبار علماء وشیوخ بھی اس فہرست میں شامل ہیں کہ جن سے علم حاصل کر کے ابنِ حاجب نے حدیث، فقہ،علوم قرائت اور دیگر اسلامی علوم میں نمایاں مقام حاصل کیا(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳، ص ۲۶۴)

اسی طرح آپ کے تلامذہ اور آپ سے روایت کرنے والوں میں وقت کے مشہور علماء اور شخصیات شامل تھیں، جنہوں نے مختلف علوم میں ابنِ حاجب سے استفادہ کیا، جن میں مشہور زمانہ محدث و مؤرخ اور''الترغيب والترهيب''کے مصنف''الحافظ زكي الدين عبدالعظيم منذري (متوفی:656ھ، جو کہ''المنذري''کے نام لقب سے بھی جانے ہیں)اور''شرف الدين عبدالمومن الدياطي'(متوفی:705ھ)اور مشہور محدث، مؤرخ، اصولی اور فقہ حنفی کے اکابرین میں سے''ابراهيم المقدسي''(متوفی:665ھ، جو کہ''ابو شامة''کے لقب سے بھی جانے ہیں)شامل ہیں،اس کے علاوہ''معجم البلدان''کے مصنف یاقوت الحموی (متوفی:626ھ)اور صرف ونحو کے مباحث پر مشتمل مشہور کتاب''ألفية ابن مالک''کے مصنف''جمال الدين محمد بن عبدالله بن مالک الطائي''(متوفی:672ھ)نے بھی ان سے استفادہ کیا۔شیخ ابن الحاجب کے یہ تلامذہ واصحاب اپنے اپنے وقت میں علم وفضل کے چراغ بنے،اور ان کی علمی میراث کو آگے بڑھایا۔

www.idaraghufran.org

تصانیف

(١) جامع الأمهات (٢) منتهى السول والأمل فى علمى الأصول والجدل (٣) الكافية فى النحو (٤) الشافية فى التصريف (٥) أمالي ابن حاجب. [1]

اثرورسوخ

شیخ ابن حاجب مالکی کی تصانیف کو علمی دنیا میں خاص مقام حاصل ہوا، اورنہایت اہم اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، اوران کی یہ کتب بعد میں آنے والے فقہاء، اصولیوں اورنحویوں کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی تھیں، چنانچہ ان کی فقہی کتابوں پر کئی شروحات لکھی گئیں، اوران کے نظریات کو مالکی فقہ میں خاص اہمیت دی جاتی ہے،نحووصرف اورعربی گرائمر میں ان کی کتابیں ''الکافیۃ''اور''الشافیۃ'' ابن مالک جیسے ماہرین نے بھی پڑھیں اور ان پر کام کیا۔ابن حاجب کوعلمی دنیا میں ان کی جامعیت، اختصاراوراصولی انداز کی وجہ سے ایک نمایاں مقام حاصل ہے،جن کے اس علمی ورثے کوعلماء نے صدیوں تک محفوظ رکھا، کہ جن تک رسائی آج بھی ہرخاص وعام کی بآسانی ممکن ہے۔

وفات

آپ کا وصال 26 شوال 646ہجری بروز جمعرات دن کے وقت اسکندریہ میں ہوا، اوراسکندریہ میں ہی باب البحر کے مقام پر شیخ الصالح ابن ابی شامۃ کے قبرستان میں سپردخاک کیے گئے، کہا جاتا ہے کہ ان کا مزارآج بھی مسجد ابوالعباس المرسی کے تہ خانہ میں واقع ہے۔(رحمہ اللہ رحمة واسعةً)

---

[1] (1)جامع الأمهات (المختصر فى الفقه المالكى) :مالکی فقہ کا ایک مختصر مگر جامع خلاصہ،جس کا استخراج ابنِ حاجب نے مالکی فقہ کی لگ بھگ 60 کتابوں سے کیا۔(2)منتهى السول والأمل فى علمى الأصول والجدل: اصول فقہ پر مشتمل ایک بنیادی کتاب،جس کا بعد میں آپ نے اختصار بھی کیا،اور''مختصر منتهى السول والأمل''نام رکھا،جس میں خاص طور پر اصولِ فقہ کے مبادی، اجتہاد، ترجیح اور دیگر اہم موضوعات کو شاملِ بحث رکھا، اس کتاب کو عوام وخواص میں تلقی بالقبول حاصل ہوا، خاص طور پر علماء نے بہت اہمیت دی، جس کی متعدد شروحات لکھی گئیں، اورمشرق ومغرب میں معروف ہوئی۔(3)الكافية فى النحو: عربی نحو میں ایک مستند کتاب شمار ہوتی ہے،جس پر کئی شروحات لکھی گئیں، جومدارس وجامعات میں اپنی شروحات کے ساتھ آج بھی شامل درس ہے۔(4)الشافية فى التصريف: علم الصرف کے اصولوں پر ایک مستند کتاب۔(5)أمالي ابن حاجب: عربی نحو وصرف پر مشتمل ایک نادر ذخیرہ، جو کہ نادر عربی فوائد، نکات، قواعد اور دیگر موضوعات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ عربی نحو وصرف، عروض وأبیات اورعلم الکلام پر مشتمل چند دیگر کتب بھی تالیف فرمائیں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط6)

فوجی نظام:

تاریخ کے صفحات پر جب ہم اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مستحکم کرنے والے عظیم حکمرانوں کو تلاش کرتے ہیں، تو ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ایک درخشاں ستارے کی مانند چمکتا ہے۔ آپ کی حکمرانی نہ صرف عدل وانصاف کا نمونہ تھی بلکہ ایک ایسی منظّم عسکری نظام کی بنیاد بھی تھی، جس نے اسلامی فتوحات کی راہیں ہموار کیں اور سلطنتِ اسلامیہ کو ایک نا قابلِ تسخیر قوت میں بدل دیا۔ آپ کی دور اندیشی، فہم وفراست، اور عسکری بصیرت نے فوج کو محض تلواروں اور گھوڑوں کا مجموعہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک مربوط، مضبوط اور منظّم ادارہ بنا دیا۔

مستقل فوج کی تشکیل: وقتی لشکر سے مستقل ادارے تک

قبل از خلافتِ فاروقی، اسلامی فوج رضا کارانہ بنیادوں پر مجتمع ہوتی تھی، جو جنگ کے موقع پر اکٹھی ہو کر دشمن کے خلاف صف آرا ہوتی۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایتی نظام میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور ایک مستقل فوج تشکیل دی، جو ہر لحہ جہاد کے لیے تیار رہتی تھی۔ اس فوج کی تنخواہیں، رہائش، خوراک اور اسلحہ سب ریاست کے ذمہ کر دیا گیا۔ یہ اقدام فوجی استحکام کی وہ پہلی اینٹ تھی، جس پر آگے چل کر ایک وسیع عسکری نظام کی عمارت کھڑی ہوئی۔

دیوان الجند اور فوجیوں کے حقوق کا باقاعدہ اندراج:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج کی تنظیم کے لیے دیوان الجند یعنی فوجی رجسٹری قائم کیا، جس میں ہر سپاہی کا نام، اس کی خدمات، تنخواہ اور دیگر مراعات کا تفصیل سے اندراج کیا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جس نے فوج کو مستقل بنیادوں پر منظّم کیا اور اسلامی ریاست کو ایک جدید عسکری

ڈھانچہ فراہم کیا۔صرف یہی نہیں، بلکہ فوجیوں کے اہل وعیال کے لیے بھی وظائف مقرر کیے گئے، تاکہ وہ اپنی خدمات اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔

فوجی چھاؤنیاں:

جہاں ایک طرف اسلامی فوج کو مضبوط بنایا گیا، وہیں اس کے لیے باقاعدہ فوجی مراکز بھی قائم کیے گئے۔ پہلے فوج جنگ کے وقت اکٹھی ہوتی تھی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ، بصرہ، فسطاط، دمشق، اور حمص میں چھاؤنیاں بنوائیں، جہاں فوجی ہر وقت مشق میں مصروف رہتے۔ یہ چھاؤنیاں محض جنگی مراکز نہ تھیں بلکہ ریاست کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے بھی قلعوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ان چھاؤنیوں نے اسلامی فتوحات کو نہ صرف تیز تر کردیا بلکہ دشمن کے کسی بھی ممکنہ حملے کے خلاف مدافعت کو بھی یقینی بنایا۔

سپاہیوں کے حقوق اور سہولیات:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج کے لیے صرف ایک عسکری نظام قائم نہیں کیا بلکہ سپاہیوں کے حقوق اور فلاح و بہبود کو بھی یقینی بنایا۔ان کے لیے مناسب راشن، لباس، اسلحہ اور تنخواہیں مقرر کی گئیں۔زخمی اور معذور ہونے والے سپاہیوں کے لیے خصوصی وظائف رکھے گئے، جبکہ شہداء کے اہل خانہ کے لیے بیت المال سے امداد فراہم کی جاتی تھی۔اس نظام نے اسلامی فوج کے حوصلے بلند کیے اور انہیں ایک منظّم اور مثالی فوج میں تبدیل کردیا۔

عسکری نظم وضبط:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج میں سخت نظم وضبط قائم کیا۔جنگی مہارتوں کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولوں پر مبنی تربیت کو بھی لازمی قرار دیا، تاکہ ہر سپاہی نہ صرف ایک بہترین جنگجو ہو، بلکہ اخلاق و کردار میں بھی اعلیٰ نمونہ پیش کرے۔ تیر اندازی، تلوار بازی، نیزہ بازی، گھڑ سواری اور صف بندی کے علاوہ، فوج کو صبر، عزم اور ایمانی جذبے سے بھی سرشار کیا گیا۔

(ملخص بتغیر من الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی ص ۲۴۷ تا ۲۵۶)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

عید کا تحفہ

احمد اور حمزہ دو بھائی تھے جو ایک خوشحال مگر سادہ گھرانے میں رہتے تھے۔ ان کی ماں ایک مہربان اور نیک دل خاتون تھیں جو ہمیشہ اپنے بچوں کو اچھے کاموں کی تلقین کرتیں۔ اس بار رمضان ان کے لیے خاص تھا کیونکہ یہ پہلا موقع تھا جب احمد، جو کہ دس سال کا تھا، نے پورے رمضان کے روزے رکھے تھے۔

حمزہ چھوٹا تھا، صرف سات سال کا، اس لیے اس نے ابھی مکمل روزے نہیں رکھے تھے لیکن وہ سحری میں جاگ کر کھانے میں ضرور شامل ہوتا اور شام کو افطار کے وقت بھائی کے ساتھ خوشی مناتا۔ ماں نے دونوں بچوں کو سکھایا تھا کہ رمضان صرف روزے رکھنے کا نام نہیں، بلکہ دوسروں کی مدد کرنے، صبر کرنے اور اچھے اخلاق اپنانے کا موقع ہے۔

چاند رات آ پہنچی۔ بازار میں رش تھا، ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ احمد اور حمزہ بھی بہت پر جوش تھے۔ ماں نے دونوں کے لیے نئے کپڑے خریدے اور گھر میں عید کی تیاری شروع کر دی۔

''امی، عید پر ہم کیا کریں گے؟'' احمد نے پوچھا۔

''بیٹا، سب سے پہلے آپ اپنے پاپا کے ساتھ نمازِ عید ادا کریں گے، پھر آپ لوگ دوستوں کے ساتھ وقت گزار سکتے ہو، اور ہاں، عیدی بھی ملے گی!'' ماں نے مسکرا کر کہا۔

''واہ! عیدی! میں تو اپنے سارے پیسے کھلونوں پر خرچ کروں گا!'' حمزہ خوشی سے بولا۔

''اور میں اپنی پسندیدہ کتاب خریدوں گا!'' احمد نے کہا۔

ماں نے نرمی سے کہا، ''بیٹا، خوشی صرف لینے میں نہیں، بلکہ دینے میں بھی ہے۔ اگر ہم اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک کریں تو اصل عید کا مزہ آتا ہے۔''

عید کا دن آیا۔ احمد اور حمزہ نئے کپڑے پہن کر خوشی خوشی مسجد گئے۔ نماز کے بعد سب گلے ملے، مبارکباد دی، اور پھر دونوں بھائی خوشی خوشی گھر آئے۔ امی نے سارے گھر والوں کے لئے میٹھی

میٹھی شیر بنائی ہوئی تھی۔امی نے ساروں کے لئے دستر خوان بچھایا،اور پلیٹوں کے ساتھ دو ڈونگے شیر کے رکھ دیئے۔ساروں نے پیٹ بھر کر مزے سے شیر کھایا،اور عید کے دن میٹھا کھانے کی بھی سنت ادا کی۔

جب عیدی ملی،تو حمزہ کا فوراً بازار جانے کے لیے دل للچانے لگا،مگر احمد کچھ سوچ میں پڑ گیا۔راستے میں اس کی نظر ایک چھوٹے بچے پر پڑی جو پھٹے پرانے کپڑوں میں تھا اور حسرت بھری نظروں سے دوسرے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔

احمد نے ماں سے پوچھا،''امی، یہ بچہ اتنا اداس کیوں ہے؟''

ماں نے پیار سے جواب دیا،''بیٹا،سب کے پاس عید منانے کے لیے وسائل نہیں ہوتے۔کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نئے کپڑے اور تحفے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔''

احمد نے کچھ لمحے سوچا،پھر اپنی عیدی نکالی اور ایک حصہ اس بچے کے لیے نئے کپڑے خریدنے میں لگا دی۔ماں نے فخر سے احمد کو دیکھا اور دعا دی۔

''احمد بھائی، میں بھی اپنی عیدی سے کچھ دوں گا!''حمزہ بولا اور اپنی عیدی میں سے بھی کچھ پیسے نکال کر احمد کے ہاتھ میں دے دیے۔

جب دونوں بھائیوں نے بچے کو کپڑے دیے،تو اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔اس نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور کہا،''اب میں بھی عید منا سکتا ہوں!''

شام کو جب دونوں بھائی گھر آئے تو وہ بہت خوش تھے۔ان کی ماں نے پیار سے انہیں گلے لگایا اور کہا،''بیٹا، آج تم نے سیکھا کہ اصل خوشی صرف لینے میں نہیں، بلکہ دینے میں بھی ہے۔ جو لوگ دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ لاتے ہیں،وہی اصل میں خوش قسمت ہوتے ہیں۔''

احمد اور حمزہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیے۔واقعی،عید کی اصل خوشی دوسروں کے ساتھ بانٹنے میں ہے۔

پیارے بچو! حقیقی خوشی دوسروں کی مدد کرنے میں ہے۔عید صرف اپنی خوشیوں کے بارے میں نہیں، بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کرنے کا نام ہے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط89) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 7)

معزز خواتین !زیب وزینت کے اصولی اعتبار سے مستحب یا مباح ہونے پر تفصیلی بحث کے بعد ،اب زیب وزینت کے حوالے سے جومختلف قسمیں پائی جاتی ہیں،مختصرطور پر علیحدہ سے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

لباس سے زینت

ہماری خوبصورتی اور وقار میں اضافہ کرنے میں ہمارے لباس کا بہت عمل دخل ہے،اسی لیے انسان کواس کی پیدائش سے ہی لباس کے بارے میں آگاہی فراہم کی گئی تھی،حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن مجید میں بتایا گیا ہے، کہ شیطان نے ورغلا کر جب آدم علیہ السلام سے غلطی کرادی،تو ان کی شرمگاہ بے لباس ہوگئی ،جس کوجلدی جلدی آدم وحوا علیہما السلام جنت کے پتوں سے ڈھکنے لگے، چنانچہ لباس کی اہمیت پہلے دن سے ہی انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہے،اوراچھا لباس پہن کر اللہ کی نعمت کا اظہار کرنے کا پسندیدہ ہونا پہلے بیان کیا جاچکا ہے،ایسی صورت میں مسلمان خواتین شرعی دائرہ میں رہتے ہوئے کیسا لباس پہن سکتی ہیں،یا شریعت میں ڈریس کوڈ کیا ہے؟،اس بارے میں اسلام ایک درمیانہ راستہ فراہم کرتا، جو بے جاسختی اور کھلی چھٹی کے درمیان ہے،نہ اس سے انسانی فطرت کا گلا گھونٹ کر راہبہ اورنن بننا اسلامی تعلیمات میں پسندیدہ ہے،نہ ہی ہر قسم کی من مانی اورآزادی کی اجازت ہے،اورایسی پابندی عین عقل کے مطابق ہے،آزادی کے نعرے لگانے والے بعض افراد اس کوشخصی آزادی کے خلاف سمجھتے ہیں،جبکہ پوری دنیا میں ہزاروں لاکھوں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز اور جامعات ہیں، ہر کسی کا اپنا ڈریس کوڈ ہے، ہرادارے، محکمے، ہر ملک میں لباس کے اپنے قوانین ہیں، ایسے میں کیا اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے لیے کوئی ڈریس کوڈ بنادے، جب ساری دنیا میں لوگوں کے بنائے ہوئے اصول اور ضابطوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا،تو پھر صرف اسلام کے بارے میں اعتراض کومنافقت کے علاوہ اور کیا

کہا جائے گا، جبکہ اس کے بالکل الٹ بعض لوگ لوکل اور علاقائی سطح کی روایات کو بھی ساری دنیا پر لاگو کرنا چاہتے ہیں، اور اس پر اسلام کا لیبل لگاتے ہیں، حالانکہ وہ اسلامی نہیں بلکہ مقامی سطح کے طریقے اور رسم و رواج ہوتے ہیں، خلاصہ یہ کہ اسلام شخصی آزادی اور فطری خواہش کو تسلیم کرتے ہوئے ایک ڈریس کوڈ کی پابندی کا حکم دیتا ہے، اس کو آسان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاص لباس کی ضرورت نہیں!

اسلام ایک عالمی مذہب ہے، جو کسی ایک خاص علاقے اور خطے تک محدود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالَم کے لیے نبی بنا کر بھیجا، جس میں عربی، عجمی، گورے، کالے، سرد، گرم علاقے اور دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بسنے والے تمام افراد شامل ہیں، ایسے میں کسی ایک خاص لباس کا لازم کر دینا، جو ایک مخصوص علاقے کی ضرویات اور روایات کے مطابق ہو، قرینِ انصاف نہیں تھا، چنانچہ اسلام نے اس معاملے میں ہر طرح کی وسعت رکھی، اور اسلامی لباس کے بجائے لباس کے اسلامی اصول دیے، ہر طرح کا لباس جو ان اصولوں کے دائرہ میں رہے گا، وہ اسلامی ہوگا، جو ان اصولوں سے باہر ہے، وہ غیر اسلامی ہوگا، خواہ اس کو مسلمان ہی کیوں نہ پہنے، چنانچہ اسلام میں کوئی خاص لباس متعین نہیں، مثلاً، چادر، قمیص، کرتہ، پاجامہ، شلوار، پینٹ وغیرہ، ہمارے یہاں اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا معیار اصول نہیں بلکہ لباس بن گیا ہے، جو ہماری غلط فہی ہے، اگر کوئی خاتون بیگی پینٹ (جو عام جینز کے برعکس ڈھیلی اور لوز ہوتی ہے) پہن لے اور ایسی اسکرٹ پہن لے جو گھٹنوں تک ہو، اور دوسری خاتون باریک شلوار قمیض پہن لے جس میں کھال کی رنگت جھلک رہی ہو، تو ہمارے یہاں پینٹ والی کو غیر اسلامی لباس پہننے والی سمجھا جائے گا، حالانکہ حالت اس کے برعکس ہے، ایسی ڈھیلی پینٹ میں لباس کے اصولوں کی مخالفت نہیں پائی جارہی، جبکہ ایسی شلوار قمیض میں اسلامی تعلیمات کی مخالفت موجود ہے، چنانچہ ہمیں چاہیے کہ لباس سے اسلام کو نہ پہچانیں، بلکہ اسلام سے لباس کو پہچانیں۔

ساتر ہو

لباس کا بنیادی مقصد یہ ہے، کہ ہمارے جسم کے جن حصوں کو چھپانا ضروری ہے، وہ ان کو چھپالے،

اگر وہ اسی بنیادی مقصد میں ناکام ہوجائے ،تو ایسے لباس کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ وہ لباس ہے ہی نہیں ،دل کی تسلی کے لیے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے،اللہ تعالیٰ نے لباس کے بنیادی مقصد کو بیان کرتے ہوئے ،شرمگاہ کے چھپانے کا ذکر کیا ہے،اور ساتھ ہی شیطان کی اس خواہش کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ہماری شرمگاہوں کوایک دوسرے کے سامنے ظاہر کردینا چاہتا ہے،وہ اوراس کے چیلے ہمیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں ،جہاں سے ہم انہیں نہیں دیکھ پاتے،سورہ اعراف کی آیت نمبر26اور27 کا ترجمہ دیکھ لیجئے ،یہی مضمون بیان ہوا ہے،لہٰذا اتنا چھوٹا لباس پہننا جو ہمارے جسم کو نہ چھپائے ،اسلامی لباس کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا ،جہاں تک ایسے لباس کا تعلق جو چھوٹا تو نہ ہو،لیکن باریک یا ٹائیٹ ہو،تو اس بارے میں یہ سمجھ لیں،اگر کوئی لباس ایسا ہے ،جس کے باریک، پتلا یا شیشہ کی طرح شفاف ہونے کی وجہ سے آر پار نظر آرہا ہو،یایوں کہیں اس سے جسم کی کھال واضح ہورہی ہو،تو اس کا حکم زیادہ سخت ہے، کیونکہ ایسی خواتین آر پار نظر آنے کی وجہ سے لباس پہننے کے باوجود حقیقت میں برہنہ ہیں،خواتین کوخود سے اس بارے میں حساس ہونا چاہیے ،کیونکہ کسی کے سامنے برہنہ ہونا ہماری فطرت کے مخالف ہے، چھوٹا بچہ بھی تھوڑا سا سمجھدار ہوجانے کے بعد برہنہ ہونے سے شرماتا ہے، جبکہ اگر لباس موٹا ہے،اس سے آر پار دکھائی نہیں دیتا،لیکن وہ اتنا تنگ ہے، جس سے جسم کے اعضاء کی بناوٹ نظر آتی ہے،تو ایسا لباس بھی بلاشبہ درست نہیں ہے لیکن اس کا درجہ پہلے والے لباس کی طرح نہیں بلکہ اس سے تھوڑا ہلکا اور کم ہے،نماز وغیرہ کے معاملات میں بھی اس طرح کے دونوں لباسوں میں فرق کیا جاتا ہے،ظاہر ہے، کسی چیز کو دیکھنا اور اس کے حجم اور بناوٹ کو دیکھنا یکساں نہیں ہوسکتا، ہمارے یہاں بہت سے علماء اس کو ایک ہی درجہ دے کر بیان کرتے ہیں، جو غور طلب ہے،اب کونسا لباس تنگ ہے،اور کونسا کھلا اس کا کوئی لگا بندھا فارمولا سب کے لیے نہیں بتایا جاسکتا،تمام خواتین کا چلنے پھرنے کا انداز ،تمیز تہذیب، جسامت، اوراعضاء کی بناوٹ ایک جیسی نہیں ہوتی،تو سب کے لیے ایک جیسا حکم بھی نہیں بتایا جاسکتا، باریک اور آر پار نظر آنے والے لباس (جو تمام خواتین کے حق میں ایک جیسا ہی ہوتا ہے) کے برعکس ایسا ممکن ہے کہ کوئی لباس ایک خاتون کے لیے ٹائٹ اور تنگ ہو،جبکہ وہی لباس دوسری خاتون کے

لیے کھلا ہو، اس لیے کوئی ایک اصول نہیں مقرر کیا جا سکتا، البتہ ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے، کہ اگر ایسے لباس کے نیچے اتنی گنجائش ہو، کہ اس کے نیچے اندرونی لباس یا مزید کسی قسم کے کپڑے پہنے جا سکیں، جس سے اوپر والے کپڑے میں جسم کی شکل اور اعضاء واضح کرنے کی برائی کو کم یا ختم کیا جا سکے، تو پھر ایسے کپڑے پہننا بھی جائز ہوگا، اس کو تنگ کپڑے نہیں کہا جا سکے گا، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے، :

”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے قبطی کپڑے پہنائے، یہ ان کپڑوں میں سے تھے، جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیے تھے، تو میں نے وہ اپنی بیوی کو دے دیے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہ قبطی کپڑے کیوں نہیں پہنتے؟، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو میں نے اپنی بیوی کو دے دیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے کہنا ان کپڑوں کے نیچے غلالہ پہنے، مجھے ڈر ہے کہ (صرف وہی قبطی کپڑے پہننے پر) اس کے جوڑوں کا حجم واضح ہوگا۔(مسند احمد 21786)

قبطی کپڑے مصر میں بنائے جاتے تھے،، حدیث شریف میں صاف وضاحت ہے، کہ وہ کپڑا موٹا تھا، جس سے آر پار نظر نہیں آتا تھا، البتہ اپنے رنگ یا نرم وملائم ہونے کی وجہ سے جسم سے چپکتے تھے اور اعضاء کے ابھار کو واضح کرتے تھے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”غلالہ“ پہننے کا حکم دیا، اور غلالہ اندرونی باریک کپڑوں کو کہتے ہیں، جیسے ہمارے یہاں شمیض ہوتی ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا کافی قرار دیا، کہ ایسے کپڑے کے نیچے کوئی اور کپڑا پہن لیا جائے، یہاں اتنی سختی بالکل بے جا ہوگی، کہ خواتین کے لباس کو کھلا کرتے کرتے بلوچی شلوار، ہی بنا دیا جائے،، تھوڑے بہت اعضاء واضح ہو جاتا منع نہیں ہے، ہاں ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ دیکھنے والے کو سمجھ ہی نہ آئے کہ کپڑے سی کر پہنے ہیں، یا پہن کر سلائی لگائی ہے، جیسے آجکل ٹائیٹس وغیرہ کا حال ہوتا ہے، اس کو بنایا ہی اس لیے گیا ہے، تاکہ وہ جسم سے چپک جائے، اس کا تنگ ہونا اس کے نام سے واضح ہے۔

(جاری ہے......)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

”چشتی و اشرف علی رسول“ کی تحقیق (پانچویں و آخری قسط)

حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ رَمٰی مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٣٨٥)

ترجمہ: اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا، تو وہ اس کے قتل کرنے کی طرح ہے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهٗ (بخاری، رقم الحديث ٥٩٧٣، كتاب الادب، باب: لا يسب الرجل والديه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کبیرہ ترین گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پر لعنت کرے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی کیسے اپنے والدین پر لعنت کرسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کے والدین کو گالی دے، اور پھر وہ (پلٹ کر) اس کے والد کو گالی دے اور اس کی ماں کو گالی دے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ

(بخاری، رقم الحديث ٤٨، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اُس کے ساتھ قتال کرنا کفر (والا کام) ہے (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوْا (بخاری،رقم الحدیث ۱۳۹۳،باب ما ینھی من سب الأموات)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مُردوں (یعنی فوت شدہ لوگوں) کو سبّ وشتم (اورگالی گلوچ) نہ کیا کرو، اس لئے کہ وہ لوگ اس (عمل کے ثمرہ ونتیجہ) سے مل چکے ہیں، جوانہوں نے (زندگی میں عمل کرکے) آگے بھیجا ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جیسا عمل کیا، اب فوت ہونے پر اس کا بدلہ اور خمیازہ پا چکے، اب تمہارے برا بھلا کہنے سے کیا فائدہ، اگر ان کا انجام اچھا ہوا، تو تمہارے بُرا کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، اور اگر ان کا انجام بُرا ہوا، تو تمہارے بُرا کہنے سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَتُؤْذُوْا الْأَحْيَاءَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۲۰۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مُردوں کو گالی مت دو، جس سے تم زندوں کو ایذاء پہنچاؤ (مسند احمد)

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تَشْتُمْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ، فَإِنَّهُ يَكُوْنُ لَكَ أَجْرُهُ، وَعَلَيْهِ وِزْرُهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۶۳۵)

ترجمہ: اور اگر کوئی آدمی آپ کو اس عیب کی گالی دے، جس کو وہ آپ کے اندر جانتا ہے، تو آپ اس کو اس عیب کی گالی نہ دیں جو آپ اس کے اندر جانتے ہو، تو آپ کو اس (پرصبر) کا اجر ملے گا، اور اس دوسرے کو گالی دینے کا گناہ ہوگا (مسند احمد)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر عالم پر اجتہادی مسئلہ میں تنقیصِ رسول لازم آنے کی وجہ سے کفر کا حکم لگانے، نہ لگانے کے متعلق دوآدمیوں کے اختلاف کے

بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

أن علماء المسلمين المتكلمين فى الدنيا باجتهادهم لا يجوز تكفير أحدهم بمجرد خطأ أخطأه فى كلامه، وهذا كلام حسن تجب موافقته عليه؛ فإن تسليط الجهال على تكفير علماء المسلمين من أعظم المنكرات؛ وإنما أصل هذا من الخوارج والروافض الذين يكفرون أئمة المسلمين؛ لما يعتقدون أنهم أخطئوا فيه من الدين. وقد اتفق أهل السنة والجماعة على أن علماء المسلمين لا يجوز تكفيرهم بمجرد الخطأ المحض؛ بل كل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس كل من يترك بعض كلامه لخطأ أخطأه يكفر ولا يفسق؛ بل ولا يأثم؛ فإن الله تعالى قال فى دعاء المؤمنين :(ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا) وفى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم (أن الله تعالى قال قد فعلت)(مجموع الفتاویٰ لابن تيمية، ج۳۵،ص ۹۹،باب حكم المرتد، الفقه، كتاب قتال أهل البغى إلى نهاية الإقرار)

ترجمہ: بے شک علمائے مسلمین متکلمین میں سے کسی کی دنیا میں محض اس اجتہادی خطاء کی وجہ سے تکفیر کرنا جائز نہیں، جو اس کے کلام میں پائی جاتی ہو، اور یہ بہت اچھا موقف ہے، جس کی موافقت واجب ہے، کیونکہ جاہل لوگوں کا علمائے مسلمین کی تکفیر کے لیے مسلّط ہونا، عظیم منکرات میں سے ہے، اور بس اس کی بنیاد خوارج اور روافض کی ڈالی ہوئی ہے، جو کہ ائمۂ مسلمین کی اس وجہ سے تکفیر کرتے ہیں کہ انہوں نے دین میں خطاء کا ارتکاب کیا۔ لیکن (خوارج و روافض کے برعکس) اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علمائے مسلمین کی خطائے محض کی وجہ سے تکفیر کرنا جائز نہیں، بلکہ ان علمائے مسلمین میں سے ہر ایک کا قول لیا بھی جا سکتا ہے، اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور جس کے کلام کو خطاء کی وجہ سے ترک کیا جائے، ضروری نہیں کہ اس کو کافر، یا فاسق قرار دیا جائے، بلکہ اس کو گناہ گار بھی قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعاء میں (سورہ بقرہ میں) یہ فرمایا ہے کہ:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

”اے ہمارے رب مت پکڑ کیجئے ہماری، اگر نسیان ہو جائے ہمیں، یا خطاء ہو جائے ہم سے“

اور صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس دعاء کو قبول فرمالیا ہے (اور ان سے نسیان، اور خطاء کو معاف کر دیا ہے، پس علمائے مسلمین کی خطاء ونسیان بھی معاف شدہ ہے) (مجموع الفتاویٰ)

پھر علامہ ابنِ تیمیہ نے عصمتِ انبیاء سے متعلق ایک اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

ومع هذا فقد اتفق المسلمون على أنه لا يكفر أحد من هؤلاء الأئمة، ومن كفرهم بذلك استحق العقوبة الغليظة التي تزجره وأمثاله عن تكفير المسلمين؛ وإنما يقال في مثال ذلك :قولهم صواب أو خطأ .فمن وافقهم قال :إن قولهم الصواب .ومن نازعهم قال :إن قولهم خطأ، والصواب قول مخالفهم (مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج۳۵، ص ۱۰۱ ،باب حكم المرتد، الفقه، كتاب قتال أهل البغي إلى نهاية الإقرار)

ترجمہ: اور اس کے باوجود مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان ائمہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور جو شخص ان کی تکفیر کرے گا، وہ اس کی وجہ سے ایسی سخت ترین سزاء کا مستحق ہوگا، جو اس کو، اور اس جیسے دوسرے لوگوں کو مسلمانوں کی تکفیر کرنے سے باز رکھے، البتہ اس جیسے اقوال کے بارے میں صرف یہ کہا جائے گا کہ ان حضرات کا قول درست، یا خطاء پر مبنی ہے، پس جو ان کے قول کی موافقت کرے گا، وہ یہ کہے گا کہ ان کا قول درست ہے، اور جو ان کے قول سے اختلاف کرے گا، وہ یہ کہے گا کہ ان کا قول خطاء پر مبنی ہے، اور درست قول ان کے مخالفین کا ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر اسی ضمن میں مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا:

دفع التكفير عن علماء المسلمين وإن أخطئوا هو من أحق الأغراض الشرعية؛ حتى لو فرض أن دفع التكفير عن القائل يعتقد أنه ليس بكافر حماية له، ونصرا لأخيه المسلم :لكان هذا غرضا شرعيا حسنا، وهو إذا اجتهد في ذلك فأصاب فله أجران، وإن اجتهد فيه فأخطأ فله أجر واحد .فبكل حال هذا القائل محمود على ما فعل، مأجور على ذلك، مثاب عليه إذا كانت له فيه نية حسنة؛ والمنكر لما فعله أحق بالتعزير منه؛ فإن هذا يقتضي قوله القدح في علماء المسلمين من الكفر (مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج۳۵، ص ۱۰۴ ،باب حكم المرتد، الفقه، كتاب قتال أهل البغي إلى نهاية الإقرار)

ترجمہ: علمائے مسلمین سے کفر لگانے کے حکم کا دفاع کرنا، اگرچہ وہ کسی قول میں خطاء کار ہوں، یہ شریعت کے اہم اغراض ومقاصد میں سے، یہاں تک کہ اگر یہ بات بھی فرض کرلی جائے کہ خطاء کے قول کے مرتکب عالم سے کفر کا دفاع کرنے والا، اس کے حمایت کاروں، اور اپنے مسلم بھائی کے مددگاروں میں سے ہے، تب بھی یہ شریعت کی اچھی غرض شمار ہوگی، جس کی بنیاد یہی ہے کہ جب اس نے اس مسئلہ میں اجتہاد کیا، اور صواب ودرستگی کو پایا، تو اس کے لئے دو اجر ہیں، اور اگر اس نے اجتہاد میں خطاء کی، تو اس کے لئے ایک اجر ہے، اس لئے بہرحال اس قول کے قائل نے جو (علمائے مسلمین کے کفر کی نفی کرکے) فعل سرانجام دیا، تو وہ لائقِ تحسین ہے، اور اس کو اس پر اجر وثواب حاصل ہوگا، جبکہ اس کی نیت اچھی ہو، اور نکیر (وتکفیر) کرنے والا اپنے فعل کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں تعزیر وسزا کا زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اس کا طرزِ عمل، علمائے مسلمین پر کفر کا حکم لگاکر، علمائے مسلمین کی شان میں تنقیص کا باعث ہے (مجموع الفتاویٰ)

جواب کا خلاصہ

جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت معین الدین چشتی اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبان پر اپنے نام کا کلمہ پڑھوانے کا الزام عائد کرنا، اور ان کے اس طرزِ عمل کو ختمِ نبوۃ کے منافی قرار دے کر ان کی طرف کفر کا حکم لگانے کی جسارت کرنا، بہت بڑی بے اعتدالی و ناانصافی پر مبنی طریقہ اور خلافِ حقیقت تہمت سازی ہے، جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو قرآن وسنت کی حقیقی روح کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

18/ جمادی الاولیٰ/ 1446ھ 21/ نومبر/ 2024 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:2)

فاضل موصوف، اور ان کی طرح بہت سے علماء کے دل و دماغ میں کئی ایسے تصورات جمے اور بسے ہوئے ہیں، جن پر ہم پہلے بھی مختلف جہات سے کلام کر چکے ہیں، لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات ادب واحترام کی زیادہ رعایت کرنے سے، اس قسم کے تصورات کی تصدیقات سے پردہ اٹھانا، اور بات کو صحیح طرح سمجھنا، اور سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے، دوسروں کے احترام میں کھل کر اپنے مدعاء کو پیش نہ کرنے سے وہ بات ادب میں دب کر رہ جاتی ہے، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس مرتبہ اس موضوع پر تھوڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ گفتگو کر لی جائے، اگر پھر ضرورت پیش آئی، تو ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ کی توفیق سے پھر حسبِ ضرورت وحسبِ موقع کلام کیا جائے گا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اختلافِ آراء مسائل کی صورت میں اعتراض کرنا، شرعاً مذموم نہیں سمجھا گیا، سب سے اول مشاجراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا جائے کہ جلیلُ القدر صحابہ، یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ، بلکہ خلفائے راشدین میں بوجہ اختلاف، اعتراض کئے گئے ہیں، بلکہ بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، یہاں تک کہ قتال کی نوبت پہنچ گئی، لیکن یہ اسی حد تک تھا، جہاں تک اختلافِ رائے کا تعلق تھا، اور جب نفسِ ذات پر نظر جاتی تھی، تو وہی اصل ارتباط معلوم ہوتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے واقعات موجود ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک فرعی مسئلہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی نسبت سخت الفاظ استعمال فرمائے۔

اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے اتباع کے اختلافات موجود ہیں، امام شافعی رحمہ

اللہ، حضرت امام اعظم، اوران کے متبعین پر سخت الفاظ میں اعتراض کرتے ہیں، لیکن جب نفسِ ذاتِ امام اعظم اوران کے فضل وکمال پر نظر جاتی ہے، تو غایت درجہ کا ادب کرتے ہیں(اشرفُ السوانح جلد۳،صفحہ۱۹۷، مضمونِ سابع "تتمة اولیٰ حکایات الشکایات" مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت۱۴۱۴ہجری)

اب فاضل موصوف کی طرف سے ہمارے فتوے پر کی گئی نقدوجرح پر کلام کیا جاتا ہے۔

معاصرین کے تصور میں تلبیس وتحقیر

ہماری طرف سے جاری کردہ مفصل فتوے پر نقدوجرح کرتے ہوئے سب سے پہلے فاضل موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بعض معاصر مفتیانِ کرام نے مذکورہ صورت (ٹاپ لگانے) کی گنجائش دی ہے"

(کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص ۱۵۱، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

تبصرہ:......اولاً تو ہم نے ٹاپ لگانے کی اصطلاح استعمال نہیں کی، یہ اصطلاح جن لوگوں کی ہے، اس کی ذمہ داری ان ہی کے سر پر ہے۔

ہم نے تو کمیشن کی مخصوص صورت کے جواز وعدمِ جواز پر کلام کیا ہے، اگر کسی کے نزدیک ٹاپ لگانے کی اصطلاح کسی اور معاملہ میں استعمال ہوتی ہو، یا ہونے لگے، تو ہمارے فتوے کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اس کی پوری پوری ذمہ دار فاضل موصوف کے سر پر ہے۔

دوسرے فاضل موصوف کا اس معاملہ کی گنجائش دینے کو بعض معاصرین کی طرف منسوب کرنا، خلافِ واقعہ اور تلبیس، بلکہ اس موقف کے بنیادی اور اصل متبوع حاملین کی تحقیر پر مبنی ہے، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس معاملہ کی ہم نے خود سے کوئی گنجائش نہیں دی، بلکہ ہم نے تو اس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے بالترتیب اقوال ومذاہب کو واضح اور منقح طور پر نقل کرکے، ان کی روشنی واتباع میں باحتیاط گنجائش دی ہے۔

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ ہم سے ہزاروں سال قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور تربیت یافتہ شخصیت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے دیا ہے، جس کا امام بخاری نے اپنی صحیح

بخاری میں ذکر کیا ہے، جس کو پوری دنیا میں پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، اس کا ہمارے فتوے میں ذکر موجود ہے، اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ سے سب مسلمان واقف ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۳، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء)

ترجمہ: اے اللہ ان (ابنِ عباس) کو دین میں سمجھ عطاء فرمایئے (صحیح بخاری)

اور ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

اللهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۹۷)

ترجمہ: اے اللہ ان (ابنِ عباس) کو دین میں سمجھ، اور تاویل کا علم عطاء فرمایئے (مسند احمد)

دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولی حکم بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (بخاری، رقم الحديث ۷۱، باب: من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين)

ترجمہ: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو دین میں سمجھ عطاء فرمادیتا ہے، اور میں (علم وغیرہ کو) تقسیم کرنے والا ہوں، اور اللہ عطاء فرمانے والا ہے، اور یہ امت برابر اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، جن کو ان کی کوئی بھی مخالفت کرنے والا ضرر نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے (صحیح بخاری)

اور اس کے مقابلہ میں موجودہ دور کے فاضل موصوف کے اپنے بارے میں معاصر وغیر معاصر ہونے کی حیثیت سے قرآن وسنت میں کہیں دور دور تک ذکر اور نام ونشان تک نہیں، جن پر معاصرت کا جنون سوار ہے۔

پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بعد اس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد صدرِ اسلام کے قاضی، اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، اور حضرت معاویہ کے دورِ خلافت وحکومت کی مشہور ہستی ''قاضی شریح'' نے دیا۔ (الأعلام، للزركلی، ج۳، ص ۱۶۱)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ ،اڑتالیس صحابۂ کرام سے احادیث کی سماعت کرنے والے ،اوربعض حضرات کے بقول پانچ سوصحابۂ کرام کو پانے والے، کبارِ تابعی ،اورامام ابوحنیفہ کے استاد،اورعلامۃِ اہلِ کوفہ ’’امام عامر شعبی‘‘ نے دیا۔

(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج٣،ص ٧٠،الطبقة الحادية عشرة،حرف العين، معرفة الثقات،للعجلى، ج٢،ص ١٢،طبقات الحفاظ،ص ٤٠)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ ،ایک جلیلُ القدر تابعی امامِ وقت،وامامِ ربانی ’’محمد بن سیرین‘‘ نے دیا۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١،ص ٣٢٩،مادة”تراجم فقهاء“،تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج ٣،ص ١٥١)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ مدینہ منورہ کے فقہائے محدثین میں شمار کئے جانے والے اور اپنے زمانہ کے حافظُ الحدیث،اورسب سے پہلے احادیثِ نبویہ اورصحابہ کے فقہ کی تدوین کرنے والی شخصیت ’’محمد بن مسلم شہاب زہری‘‘ نے دیا۔

(الوافى بالوفيات،للصفدى، ج٥،ص ١٨،الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١،ص ٣٦٣،مادة”تراجم فقهاء“)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ ائمہ اعلام،عربی کے راس ’’قتادہ بن دعامہ‘‘ نے دیا۔

(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج٣،ص ٣٠١،الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص٣٦٥، مادة ”تراجم فقهاء“)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ جلیلُ القدر تابعی سیدُ الفقہاء،حافظُ الحدیث ’’ایوب سختیانی‘‘ نے دیا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢،ص ٣١٢،مادة”تراجم فقهاء“)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ امام کبیر،فقیہِ کوفہ ’’حکم بن عتیبہ‘‘ نے دیا۔

(سير أعلام النبلاء ، ج٥،ص ٢٠٨،الطبقة الثالثة،تذكرة الحفاظ، ج ١،ص ٨٨)

اوراس معاملہ کے جائز ہونے کا فتویٰ امام،شیخُ الاسلام،مفتیِ حرم ،اعلامُ التابعین ’’عطاء ابنِ ابی رباح‘‘ نے دیا(سير أعلام النبلاء ، ج٥،ص ٧٨،تاريخ الإسلام، ج ٢،ص ٧٧٢)

اورپھراس کے جائز ہونے کا فتویٰ ،حدیث وفقہ کے جامع ،امام بخاری وامام مسلم کے استاذِ حدیث ’’امام اسحاق بن راہویہ‘‘ (المتوفیٰ:238ہجری) نے دیا۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١،ص ٣٤٠،مادة”تراجم الفقهاء ،طبقات الفقهاء ،للشيرازى،ص ٩٤،ذكر فقهاء خراسان،مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج ٢،ص ٧)

اوراس کے جواز کا فتویٰ ائمہ اربعہ میں سے ’’امام احمد بن حنبل‘‘(المتوفیٰ:241ہجری) نے دیا،جن کی اتباع کا سلسلہ تاحال جاری وساری ہے، پھراس پر معاصرت کا پردہ چڑھانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟اسی لیے ہم نے تمام متعلقہ احتیاطی تدابیر کا ذکر کرنے کے بعد اپنے فتوے میں تحریر کیا تھا کہ:

’’ہمارے نزدیک تمام ترعلمی تعصّبات سے بالاتر ہوکرحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور دیگرکئی جلیل القدرتابعین وتبعِ تابعین اورامام احمد رحمہ اللہ کے قول اوردلیل کے معقول ہونے کے پیشِ نظراس طرح کے معاملہ کودرست قرار دینے کی گنجائش پائی جاتی ہے‘‘

تیسرے جن حضرات کے حوالہ جات دے کرموصوف نے ہمارے موقف پر نقد کیا ہے،جس میں وہ خودبھی داخل ہیں، کیا وہ اس موجودہ دوراورعصر سے تعلق رکھتے ہیں،یا وہ سابق اعصاراورزمانوں سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہماری طرف تو معاصرین کی نسبت درست قرار پائے،اور دوسرے اس کے بجائے کسی اورنسبت کے مستحق قرار پائیں۔

چوتھے اس معاملہ کو جائز قرار دینے والے حضرت ابنِ عباس اور دیگرائمہ تابعین کا دور، یقیناً امام ابو حنیفہ،ودیگرائمہ سے مقدم ہے۔

تو فاضل موصوف کواگر اس مسئلہ میں عصر ومعاصرت کو پیش کرنے،اور دخیل بنانے کی اتنی زیادہ ضرورت تھی،تو پھراس کا آغاز وہاں سے کرنا ضروری تھا،جہاں سے اس مسئلہ کے جواز کا آغاز ہوا تھا۔

پانچویں ہم نے اپنے فتوے میں اتنی آسانی سے اورسیدھے سادے طور پراس معاملہ کو جائز قرار نہیں دیا تھا،جس طرح فاضل موصوف نے ہماری طرف نسبت کردی، بلکہ ہم نے الحمدللہ اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں اوران کے قائلین،اوران کے دلائل،اورشبہات پرکلام،اورتمام احتیاطی جہات کا ذکر کیا تھا،جیسا کہ ہمارے فتوے سے ظاہر ہے،اورآگے ان شاءاللہ تعالیٰ مزید واضح ہوگا۔

اس طرح کی تلبیسات پرمشتمل کتاب لکھ کر پیش کرنا،علمی جہت سے جرمِ عظیم ہے،اگرکسی کواس طرح کے جرم کرنے کا شوق ہو،تو وہ اپنے طور پر جتنا چاہے،اپنا یہ شوق پورا کرے،لیکن اس کو یہ حق نہیں کہ وہ اس جرم میں دوسرے ناکردہ شخص کو گھسیٹنے کی بے سود کوشش کرے۔

اوراگرموصوف کو یہ بات خلافِ واقعہ محسوس ہو،تو پھران کی ذمہ داری تھی کہ وہ پہلے ہمارے مفصل موقف کو نقل کرتے، پھراس پر جتنی چاہتے،نقد وجرح کرتے،تاکہ ان کے قارئین کے سامنے

’’دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی‘‘ ہوکر، سب کچھ ’’الم نشرح ‘‘ ہوجاتا، اور وہ کسی نشاندہی کے بغیر خود بخود سمجھ سکتے کہ کونسا موقف، سلف، خلف، یا معاصر وغیر معاصر کا ہے، اور اس پر کس طرح کی نقد وجرح میں کتناوزن ہے؟

لیکن فاضل موصوف نے اس کے بجائے ایسے روایتی تعصب وروش کواپنایا کہ اپنی متعصّبانہ ذہنیت کے مطابق ناپسندیدہ شخصیت کا بیان ونقل کردہ موقف تو ہر حال میں ہم عصری کے الزام کا مستحق ٹھہرے، اور پسندیدہ شخصیت کا بیان کردہ موقف اس الزام سے بری شمار ہو، خواہ وہ بھی ہم عصر، یا پھر دوسرے ہم عصر سے نچلے درجہ کا کیوں نہ ہو، یا وہ فقہ حنفی میں بیان کردہ اصولی ترجیحات کی مخالفت کیوں نہ کرے۔

اور یہ متعصّبانہ روش صرف فاضل موصوف کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اور بھی بہت سے ’’مختلفُ المسالک والمشارب‘‘ فضلاء کا یہی حال ہے، جنہوں نے اپنے اپنے لئے مخصوص شخصیات کومتبوعین بنارکھا ہے، جن کا طرزِعمل اپنے ان متبوعین کی ہر بات پر’’ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ‘‘اوران کی مخالف شخصیات کی بات پر’’سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا‘‘ کانمونہ پیش کرتا ہے، اوراسی بنیاد پرانہوں نے اپنے اپنے فتوے کے اصول بھی قائم کررکھے ہیں، جن کا طرزِعمل مندرجہ ذیل آیات میں بیان کردہ حکم کے قریب پہنچتا جارہا ہے:

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ

(سورة الشعراء ،رقم الآية ۷۴)

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ

(سورة الزخرف ،رقم الآية ۲۲)

قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ

(سورة الزخرف ،رقم الآية ۲۳)

اس لئے فاضل موصوف نے انتہائی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، صحابہ وجلیل القدر تابعین، اور ائمہ مجتہدین ومتبوعین، اورسلفِ صالحین کے صریح اقوال کو یک جنبشِ قلم نظرانداز کرکے اس حکم کی نسبت بعض معاصرین کی طرف کرنے میں عافیت سمجھی۔

اوراگرہم اپنے فتوے میں تمام ترتفصیلی اقوال اوران کے متعلقہ پہلوؤں کا ذکر نہ کرتے، تو شاید ہی

موصوف جیسے حضرات کو امت کے سامنے ان کو پیش کرنے کی توفیق ہوتی، اور وہ نہایت دھڑلے کے ساتھ مجتہد فیہ مسئلہ کو اجماعی وقطعی کی طرح کا حکم بنا کر شرعاً ناجائز ہونے کی گردانیں پڑھتے رہتے۔

اور ہمارے مفصل ومدلل فتوے سے پریشانی کی اصل وجہ اسلاف کے اقوال میں اسی توسع کی پیروی، اور تعصب سے کنارہ کشی ہے، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی طرح دوسروں کو بھی وہ امتِ مسلمہ کے محض ایک فقہ اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی پسندیدہ متبوع شخصیات کے اختیار کردہ موقف کے سوا، دوسرے موقف سے نہ تو خود آگاہ کریں، اور نہ دوسروں کو آگاہ کرنے دیں، جب تک وہ، یا ان کے مخصوص متبوعین خود ہی کسی مسئلہ میں پھنس کر، اور مجبور ہو کر نہ رہ جائیں۔

اور اگر اس پوری تفصیل کے بعد بھی فاضل موصوف اپنی اس رٹ پر قائم رہیں گے کہ:

''بعض معاصر مفتیانِ کرام نے مذکورہ صورت کی گنجائش دی ہے''

تو پھر اس کے جواب، اور ردِ عمل کے طور پر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر متعدد جلیل القدر ائمہ تابعین اور امام احمد کے مقابلہ میں فاضل موصوف جیسے بعض غیر مجتہد، اور مقلدِ محض معاصرین نے مذکورہ صورت کی گنجائش نہیں دی، اور مذکورہ حضرات کے علی الرغم اس صورت کو فاسد قرار دے دیا، جو مذکورہ اسلاف کے نزدیک صحیح اور درست تھی، اور اوپر سے مذکورہ اسلاف کے موقف کے دلائل کی تغلیط کی بھی کوشش کی، جن کی مذکورہ اسلاف کے سامنے کوئی اہمیت ووقعت نہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہم نے یہ بات فاضل موصوف کو ان کی حیثیت کا آئینہ دکھانے کے لئے تحریر کی ہے، نہ یہ کہ نعوذ باللہ تعالیٰ ہمارے نزدیک عدمِ جواز کے قائلین مجتہدینِ عظام کی بھی کوئی اہمیت نہ ہو، کیونکہ ہم بحمداللہ تعالیٰ خود ہی اپنے مفصل فتوے میں اس اجتہادی واختلافی اور فرعی مسئلہ سے متعلق صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین سب ہی کے اقوال ومذاہب کو بغیر کسی خیانت ومداہنت کے درجہ بدرجہ نقل کر چکے ہیں۔

پہلی وجہ میں تلبیس وتغلیط

پھر اس کے بعد فاضل موصوف نے ہمارے فتوے کے متعلق لکھا کہ:

’’اوراس کی دو وجہیں، بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابنِ سیرین، اورامام احمد بنِ حنبل رحمہم اللہ وغیرہ اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ اس معاملہ کو مضاربت قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض حنابلہ نے اس کو وکالت قرار دیا ہے۔لہٰذا یہ جائز ہے‘‘ (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل،ص۱۵۱،مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ،کمیٹی چوک،راولپنڈی،طبع اول۲۰۲۴ء)

تبصرہ:......فاضل موصوف نے ہماری طرف اس مجمل ومبہم وجہ کی نسبت کے کرنے میں اگرتسامح کا ارتکاب نہیں کیا،تو سخت تلبیس سے کام لیا ہے،کیونکہ ہم نے اپنے فتوے میں اس معاملہ کو بہت سے علماء کے نزدیک دلالی کی ایک قسم،اور بعض حضرات کے نزدیک وکالت،یا مضاربت، ومشارکت کے مشابہ،اور بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس کے عقد پر محمول ہونے کے بجائے، ایک طرح کے وعدہ پر محمول ہونے کی تصریح کی تھی۔

چنانچہ ہم نے اپنے فتوے کے شروع میں ہی تحریر کیا تھا کہ:

’’اس معاملہ کو بہت سے علماء نے خرید وفروخت پر دلاّلی کی ایک قسم قرار دیا ہے......

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس معاملہ کو اجارہ کے بجائے، وکالت ،یا مضاربت و مشارکت کے مشابہ قرار دیا ہے۔

اوراس معاملہ کا جواز،یا عدمِ جواز فقہائے کرام کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

ائمۂ اربعہ میں سے اکثر فقہائے کرام کے نزدیک یہ معاملہ اُجرت کے مجہول ونامعلوم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک مضاربت، یا وکالت کے مشابہ ہونے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور بعض جلیل القدر تابعین، تبع تابعین اور محدثین سے جواز منقول ہونے کی وجہ سے جائز ہے‘‘

اور ہم نے اپنے فتوے میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

’’یہ معاملہ حضرت ابنِ عباس اور کئی جلیل القدر تابعین و تبع تابعین اور امام احمد کے

نزدیک وکالت، یا مضاربت وغیرہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے،اور دیگر فقہائے کرام اور بعض تابعین، اس کو مجہول، یا نامعلوم اجرت ہونے کی وجہ سے ممنوع، یا مکروہ قرار دیتے ہیں۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات اس کو عقد پر محمول کرنے کے بجائے، ایک طرح کے وعدہ پر محمول کرتے ہیں،اور معاملہ کو باطل، یا فاسد کے بجائے جائز قرار دیتے ہیں‘‘

اور صرف یہی نہیں، بلکہ ہم نے اپنے فتوے میں تصریح بھی کی تھی کہ:

’’جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ معاملہ مضاربت سے کچھ مختلف ہے، بعینہٖ مضاربت میں داخل نہیں، لہٰذا اس کو مضاربت پر قیاس کرنا درست نہیں، تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے بعینہٖ اس کو مضاربت کا معاملہ قرار نہیں دیا، بلکہ حنابلہ کی طرف سے اس پر وارِد ہونے والے شبہ کے جواب میں مضاربت کو بطور تمثیل ونظیر کے پیش کیا گیا ہے،اور تمثیل اور نظیر میں کچھ فرق ہونا مضر نہیں ہوا کرتا‘‘

پس فاضل موصوف کے ذمہ لازم تھا کہ اگر ان میں خود سے ہمارے مدعاء کو صحیح طور پر سمجھنے کی لیاقت نہیں تھی،تو کم ازکم ہمارے فتوے کی عبارت ہی کو بعینہٖ نقل کردیتے،تاکہ کم ازکم ان کی طرح قارئین تو کسی تلبیس وغلط فہمی میں مبتلاء نہ ہوتے۔

دوسری وجہ میں تلبیس وتغلیط

پھر اس کے بعد فاضل موصوف نے لکھا کہ:

اور دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ فقہاءِ حنفیہ نے تعامل کی وجہ سے دلال اور کمیشن کے معاملہ کو جائز کہا ہے، حالانکہ اصل مذہب میں یہ ناجائز تھا،لہٰذا جس جگہ اس معاملے کا تعامل اور رواج ہو، وہاں تعامل اور رواج کی وجہ سے یہ جائز ہوگا۔

اور جہاں تعامل نہ ہو،اور کسی نے یہ معاملہ کرلیا،تو وہاں امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے قول اور اس کی دلیل کے معقول ہونے کی وجہ سے اس طرح کے معاملے کو درست قرار دیئے جانے کی گنجائش ہے‘‘ (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل،ص ۱۵۱،مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

تبصرہ:...... فاضل موصوف نے یہاں بھی ہمارے موقف کی اپنے انداز میں اس طرح الٹ پھیر کر کے تلخیص کی، جو تلبیس کی حدود میں داخل ہوگئی، ہم نے اس بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا، اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ:

’’اس پوری صورتِ حال کے تناظر میں ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ اس طرح کے معاملہ پر پیش قدمی کرنے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، اور اس کے بجائے مخصوص رقم وغیرہ کی شکل میں اُجرت مقرر کر کے، یا فیصد کے اعتبار سے کمیشن مقرر کر کے، یا وکیل کو وقت اور ایام کے اعتبار سے اُجرت کا معاوضہ مقرر کر کے معاملہ طے کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی جگہ اس طرح سے چیز کے فروخت کرنے کا تعامل اور عرف ورواج ہو جائے، اور اس طرح عمل کرنے کے نتیجہ میں تنازع بھی نہ کھڑا ہوتا ہو، جیسا کہ سوال میں اس کا ذکر ہے، تو پھر یہ معاملہ امام احمد رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے نزدیک بھی جائز قرار پائے گا، کیونکہ عرف وعادت، اور تعامل ورواج کی وجہ سے اس طرح کے معاملات جائز قرار پاتے ہیں، اور یہ تعامل حجت ہوتا ہے، اور اسی تعامل اور عرف ورواج کی بناء پر متاخرین حنفیہ نے سابق عدمِ جواز کے قول کو ترک کر کے عام دلالی کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

اور اگر کسی جگہ، یا کسی چیز کے متعلق اس طرح کے معاملہ کا تعامل اور عرف ورواج نہ ہو، تو پھر اس طرح کا معاملہ کرنے سے ابتدائی طور پر حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، تاکہ غیر معمولی زیادہ قیمت میں فروخت ہونے کی صورت میں، مالک کی طیبِ خاطر کے بغیر مال حاصل کرنے کا مفسدہ نہ پایا جائے، اور اگر کبھی ایسی صورت پیش آئے، تو مناسب یہ ہے کہ اس کو وعدہ پر محمول کیا جائے، اور اس چیز کو فروخت کرنے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ مالک کو قابلِ فروخت قیمت بتا کر اور اضافی رقم کو متعین طریقہ پر اجرت کے طور پر مقرر کر کے معاملہ انجام دیا جائے، اور مالک کو بھی چاہئے کہ اپنے وعدہ کے مطابق اور وکیل کی محنت کے پیشِ نظر طیبِ خاطر سے دوسرے کو اضافی رقم دے کر اپنی طرف سے کئے ہوئے وعدہ کو نبھائے۔

لیکن اگر کسی نے اس کے مطابق عمل نہیں کیا، اور وہ چیز مالک کی طرف سے متعین کردہ قیمت سے زیادہ میں فروخت کردی، اور مالک کے ساتھ کسی دھوکہ دہی وغلط بیانی کا بھی ارتکاب نہیں کیا، یا کوئی چیز ایسی تھی کہ اس کی قیمتِ فروخت کا مالک کو پہلے سے کچھ اندازہ تھا، جس کی وجہ سے وہ اتنی رقم وکیل کے حق میں چھوڑنے اور دستبردار ہونے پر طیبِ خاطر کے ساتھ راضی تھا، تو ہمارے نزدیک تمام تر علمی تعصّبات سے بالاتر ہوکر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی جلیل القدر تابعین وتبعِ تابعین اور امام احمد رحمہ اللہ کے قول اور دلیل کے معقول ہونے کے پیشِ نظر اس طرح کے معاملہ کو درست قرار دینے کی گنجائش پائی جاتی ہے، گو دوسرے اہلِ علم حضرات کو اس سے اختلاف کیوں نہ ہو، کیونکہ جس طرح وہ اپنے نزدیک راجح مؤقف کو اختیار کرنے کے مکلّف ہیں، اسی طرح ہم بھی دلائل کے پیشِ نظر اپنے نزدیک راجح مؤقف کو اختیار کرنے کے مکلّف ہیں‘‘۔

فاضل موصوف کی طرف سے ہمارے موقف کی ترجمانی، اور ہمارے اصل موقف کو ملاحظہ کرکے ہر عالم وغیر عالم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ہم عرف رواج کی صورت میں کس بنیاد پر اور بغیر عرف کے معاملہ کرنے سے پہلے اس کو دوسرے مسلمہ طریقوں سے انجام دینے اور معاملہ انجام دینے کے بعد اس کی صحت کو کس بنیاد پر درست قرار دینے کا حکم لگارہے ہیں؟

اور ہم نے اس معاملہ کو مضاربت ومشارکت میں داخل مان کر جائز قرار نہیں دیا۔

بلکہ جن حضرات نے جس بنیاد پر جائز قرار دیا، ان کے نزدیک اسی بنیاد پر اور عرف ہونے کی صورت میں اس کو اسی جہت سے جائز قرار دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کسی جگہ فقہائے کرام میں سے کسی کے مجوزہ طریقہ کے مطابق عرف ورواج ہو، تو اس کو اسی حیثیت سے جائز قرار دیا جائے گا، اور عرف ورواج نہ ہو، تو ان حضرات کے قول کے مطابق جائز قرار دیا جائے گا، جو عرف ورواج کے بغیر جائز قرار دیتے ہیں، جس پر مزید کلام آگے آتا ہے۔ (جاری ہے............)

عبرت کدہ   حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 111   مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (آخری حصہ: 12)

واقعہ خضر و موسیٰ سے حاصل ہونے والے فوائد

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ سے بہت سے فوائد، احکام اور قواعد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے چند ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(1)...... اس واقعہ سے علم اور طلبِ علم کے لئے سفر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلبِ علم اہم ترین معاملہ ہے، جس کے لیے حضرت موسیٰ نے طویل سفر کیا اور تکالیف برداشت کیں۔

(2)...... شر والے کام اور اس کے اسباب کو شیطان کی طرف منسوب کرنا چاہیے، کیونکہ شیطان ہی انسان کو بہکاتا ہے، اور شر کو مزین کر کے، انسان کے سامنے پیش کرتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کے خادم نے فرمایا کہ "وَمَآ اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ" یعنی "اور شیطان کے سوا کوئی نہیں ہے، جس نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا بھلایا ہو"

(3)...... بندہ پر، اللہ تعالیٰ کے احکام کو قائم کرنے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرنے والے کی جو مدد کی جاتی ہے، وہ کسی اور کی نہیں کی جاتی۔

(4)...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو علوم عطاء کرتے ہیں، وہ دو قسم کے ہیں، ایک "علمِ اکتسابی" جو بندہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے حاصل کرتا ہے، اور دوسرا "علمِ لدنی" جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے، جس پر کرم نوازی کرتا ہے، اسے یہ علم عطاء کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کے متعلق فرمایا "وَعَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" یعنی

’’اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا‘‘

(5)...... متعلم وطالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاد اور معلم کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ مخاطب ہو، جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے عرض کیا ’’هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ‘‘یعنی’’ کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے، اس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟

(6)...... عالم اور صاحبِ فضیلت شخص کو بھی علم حاصل کرتے وقت تواضع، انکساری کا اظہار کرنا چاہیے، چاہے اس کا استاذ اس سے درجے میں کم ہی کیوں نہ ہو، حضرت موسیٰ، حضرت خضر سے افضل تھے، لیکن علم حاصل کرنے کے لیے عاجزی وتواضع والا انداز اختیار فرمایا۔

(7)...... عالم فاضل شخص، کسی ایسے علم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے، جس میں وہ ماہر نہیں، اس شخص سے علم حاصل کرسکتا ہے، جو اس علم میں مہارت رکھتا ہو، اگرچہ وہ علم وفضل میں اس سے کمتر ہی کیوں نہ ہو۔

(8)...... علم اور دیگر فضائل کی اضافت ونسبت، اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے، اور اس کا اقرار کرنا چاہیے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے۔

(9)...... علم نافع وہ علم ہے، جو خیر کی طرف رہنمائی کرے، ہر وہ علم جس میں رشد وہدایت اور خیر کے راستے کی طرف رہنمائی ہو، اور شر سے ڈرایا گیا ہو، یا ان مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہو، وہ علمِ نافع ہے۔

(10)...... جب تک کسی چیز کے مقصد اور اس بات کی معرفت حاصل نہ ہوجائے کہ اس سے کیا مراد ہے، تو اس وقت تک اس پر خوب غور وفکر کیا جائے، اور اس پر حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے۔

(11)...... مستقبل میں واقع ہونے والے بندوں کے افعال کو مشیتِ الٰہی سے معلق کیا جائے، جب بندہ کسی چیز کے بارے میں کہے کہ وہ مستقبل میں یہ کرے گا، تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ ’’اگر اللہ نے چاہا‘‘ کہنا چاہیے۔

طب و صحت حکیم مفتی محمد ناصر

زبان کی اہمیت اور اس کے ذریعہ امراض کی تشخیص

قدیم اطباء زبان کے رنگ، بناوٹ، نمی، خشکی، تہہ اور اس پر موجود تبدیلیوں کو دیکھ کر مختلف امراض کی تشخیص کرتے تھے، اور زبان کو جسم کی صحت کا آئینہ قرار دیتے تھے، زبان کے ذریعہ تشخیص کا طریقہ آج بھی طب میں اہمیت رکھتا ہے، البتہ زبان کے ذریعہ امراض کی پہچان اور تشخیص کا طریقہ مکمل میڈیکل ٹیسٹ کا متبادل نہیں، لیکن ابتدائی علامات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، لہٰذا ذیل میں زبان کے رنگ، زبان پر تہہ، زبان پر نشانات، زبان پر چھالے اور زخم، زبان کی حرکت اور اس سے متعلقہ امراض اور زبان کے ذریعہ مزاج کی پہچان اور شناخت کے حوالہ سے ابتدائی علامات تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ ابتدائی علامات سمجھ میں آسکیں، پھر اگر مزید علاج کی ضرورت ہو تو کسی مستند طبیب سے رجوع کر کے علاج کرانا چاہئے۔

طبِ یونانی میں زبان کا تعلق جسم کے بنیادی مزاج (اخلاط) سے جوڑا جاتا ہے، چنانچہ صفراوی (یعنی گرم وخشک) مزاج میں زبان سرخ اور پتلی ہوسکتی ہے، بلغمی (یعنی سرد وتر) مزاج میں زبان سفید تہہ کے ساتھ نرم ہوتی ہے، سوداوی (یعنی سرد وخشک) مزاج میں زبان سیاہی مائل اور پھٹی ہوئی ہوسکتی ہے، اور دموی (یعنی گرم وتر) مزاج میں زبان سرخ اور چکنی ہوسکتی ہے۔

لہٰذا صفراوی امراض کا اصولی علاج ٹھنڈی غذائیں جیسے دودھ، کھیرے، اور سادہ خوراک لینا ہے، اور بلغمی امراض کا اصولی علاج مصالحے دار، ترش اور ہلکی غذا کا استعمال کرنا ہے، اور سوداوی امراض کا اصولی علاج خوشبو دار غذائیں اور گرم تاثیر والی چیزیں استعمال کرنا ہے، اور دموی امراض کا اصولی علاج متوازن خوراک اور چکنائی سے پرہیز کرنا ہے۔

زبان کا رنگ اور امراض کی تشخیص: زبان کے رنگ میں تبدیلی جسم کے اندرونی نظام کی خرابی کی نشاندہی کرسکتی ہے۔

گلابی رنگ والی زبان: صحت مند جسم کی علامت ہے۔

www.idaraghufran.org

پیلی زبان: جگر یا پتہ (Gallbladder) کی خرابی، صفرا (Bile) کی زیادتی یا پیلیا (Jaundice) کی علامت ہوسکتی ہے۔

سفید زبان: بلغم کی زیادتی، نظامِ ہاضمہ کی کمزوری، سردی کی زیادتی یا خون کی کمی (Anemia) کی علامت ہے۔

سرخ زبان: خون میں گرمی، جسم میں خشکی اور تیزابیت (Acidity) کا اشارہ دیتی ہے۔

نیلی یا جامنی زبان: خون کی روانی میں رکاوٹ، دل یا پھیپھڑوں کے مسائل، یا خون کی کمی کا اشارہ ہوسکتا ہے۔

کالی زبان: شدید گرمی یا زہر (Toxins) کی زیادتی کا پتہ دیتی ہے۔

زبان پر تہہ (Coating) اور بیماریوں کی نشانی: زبان پر تہہ نظامِ ہضم، جگر اور دیگر اعضاء کے افعال کی عکاسی کرتی ہے۔

ہلکی سفید تہہ: عام طور پر نارمل، لیکن زیادہ ہو تو ہاضمے کی کمزوری یا سردی کی زیادتی کی نشانی ہے۔

موٹی سفید تہہ: بدہضمی، قبض اور بلغم کی زیادتی کی علامت ہے۔

پیلی تہہ: جگر کی خرابی، صفرا کی زیادتی، اور گرمی کے امراض کی علامت ہے۔

بھوری یا کالی تہہ: شدید گرمی یا جسم میں زہریلے مادوں (Toxins) کی نشاندہی کرتی ہے۔

زبان کی بناوٹ اور اس سے جڑی بیماریاں: ہموار اور نرم زبان: صحت مند جسم کی نشانی ہے۔

خشک زبان: پانی کی کمی، خون کی کمی، یا گرمی کے اثرات کا پتہ دیتی ہے۔

سوجی ہوئی زبان: جسم میں زہریلے مادے یا نظامِ ہاضمہ کی خرابی کی علامت ہے۔

پھٹی ہوئی زبان: معدہ کی خرابی، یا جگر کی کمزوری اور جسم میں حد سے زیادہ خشکی کی نشانی ہے۔

نرمی اور کمزوری والی زبان: جسمانی کمزوری اور خون کی کمی کی علامت ہے۔

زبان پر نشان اور ان کی تشخیص: زبان کے کناروں پر دانے یا سرخی: جگر کی گرمی اور تیزابیت کی علامت ہے۔

زبان کے درمیان میں گہری لکیر: معدے اور آنتوں کے مسائل جیسے کہ السر یا گیسٹرک کے مسائل کی نشاندہی کرتی ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۵۷ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِ ادارہ — مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......30/شعبان بروز ہفتہ، کی رات رمضان کی ابتداء ہوتے ہی ادارہ میں حسبِ سابق تراویح میں قرآن مجید سنانے کے مختلف حلقے قائم ہوگئے، حضرت مدیر صاحب اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد ریحان صاحب، مسجدِ غفران میں قرآن مجید کا ڈیڑھ پارہ سنا رہے ہیں، جبکہ قاری فرحانُ اللہ صاحب کا پانچویں شب میں اور مولانا طارق محمود صاحب اور حافظ عمیر صاحب کا دسویں شب میں اور حافظ لقمان صاحب کا سترہویں شب میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوچکا ہے، جبکہ ادارہ کے مختلف حصوں میں مولانا غلام بلال صاحب اور قاری امتیاز صاحب اور حافظ محمد عفان صاحب اپنی رہائش گاہ میں تراویح میں قرآن سنا رہے ہیں، اور مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر سوا پارہ تراویح میں سنا رہا ہے، روات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ میں بھی مولانا طارق محمود صاحب کی قیادت میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کا عمل جاری ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

□......25/شعبان (24/فروری2024ء) بروز پیر، تعمیرِ پاکستان سکول میں تعلیمی سال 24-2023 کے سالانہ امتحانات کے نتیجہ کا دن تھا، کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعامات دیے گئے، اور 27/شعبان (26فروری) بروز بدھ سے نئے تعلیمی سال 25-2024 کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۶ ''زبان کی اہمیت اور اس کے ذریعہ امراض کی تشخیص''﴾

زبان کے پچھلے حصے پر تہہ: بڑی آنت اور گردوں کی کمزوری کی نشانی ہے۔

کنارے پر دانتوں کے نشان: طحال (Spleen) کی کمزوری اور غذائی اجزاء کے ناقص ہضم ہونے کی علامت ہے۔

زبان کی حرکت اور امراض: کمزور اور کانپتی ہوئی زبان: اعصابی کمزوری، خون کی کمی، یا طویل بیماری کا پتہ دیتی ہے۔

بہت زیادہ سخت زبان: جسم میں خشکی یا فالج کے امکانات کی علامت ہے۔

ایک طرف مڑ جانے والی زبان: فالج (Paralysis) یا دماغی مسائل کی علامت ہے۔

زبان پر چھالے، جلن یا زخم: زبان پر چھوٹے چھالے: معدے کی گرمی، بدہضمی کی نشانی ہے۔

زبان کی جلن: جسم میں حد سے زیادہ گرمی یا معدے کی تیزابیت کی علامت ہے۔

زبان کے کنارے پر زخم: جگر اور صفرا کی خرابی کا پتہ دیتی ہے۔